Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تجھے یاد رفنا کا نہیں امکاں

ماورا طلحہ

بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
digest novels lovers group ❤❤
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں
طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

وہ سو کر اٹھی تو دن کافی چڑھ گیا تھا۔ روز کی بھاگم دوڑ کے برعکس آج کچھ سکون تھا کیونکہ آج کا دن بس اس کے لیے تھا۔ اس نے سب سے پہلے اٹھ کر اپنے لیے چائے کا کپ تیار کیا اور دوبارہ اپنے بستر پہ بیٹھ گئی تھی۔ اس نے آج کوئی بھی معروفیت باہر کی نہ رکھی تھی۔ چائے کے سپ لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں ناول پکڑ لیا۔ یہ اس کا جنون تھا اور آج وہ اس سے جی بھر کے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی۔ وہ رات بھی پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی اور اب بھی اٹھتے اسے ہی پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔

ابھی ناول پڑھتے ہوئے تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ موبائل بجنے لگا اور چند لمحوں میں بند ہو گیا۔ ان چند لمحوں کی بیل سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کال کرنے والا کون ہے، موبائل ہاتھ میں پکڑا تو تصدیق ہو گئی۔ اس نے ناول تکیے پر رکھا اور میز سے لیپ ٹاپ اٹھا لیا۔ اسکائپ کی آئی ڈی آن کرنے میں اسے کچھ وقت لگا اور جیسے ہی آن لائن ہوئی کال آنا شروع ہو گئی، اس کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھو لیا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے مسکراتے ہوئے سلام کرنے میں پہل کی۔

"آپ بھی ناں بہت ظالم ہیں بلکہ ظالموں کی سردار ہیں، ایک ہفتہ گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور آپ چھٹی کے دن بھی فون کرنے میں اتنی دیر کر دیتی ہیں۔" دوسری طرف شکووں کی دکان کھل گئی تھی۔

"میں دراصل اس چھوٹی سی بیل کا انتظار کرتی ہوں جو مجھے بتاتی ہے کہ مجھے بہت زیادہ یاد کیا جا رہا ہے۔" وہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔ مقابل کے تاثرات ہی ایسے تھے کہ وہ چاہ کر بھی خود کو مسکرانے سے روک نہیں پا رہی تھی۔

"مجھے پتا ہے آپ کو مجھے تنگ کرنے میں مزا آتا ہے۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"تم تنگ نہ ہوا کرو تو میں تمہیں تنگ نہیں کیا کروں گی۔" اس کی معصومیت پہ اسے جی بھر کے پیار آیا۔

"خالہ کہاں ہیں؟" اس نے سامنے اسکرین پہ اس کے علاوہ کسی کو بھی نہ پا کر پوچھا۔

"امی...... آپ کو یاد کیا جا رہا ہے۔" اس نے با آواز بلند کہا اور ان کے آتے ہی وہ اٹھ گئی جب کہ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کی طرف سے ناراضی کا اظہار ہے۔

"السلام علیکم!" اس نے ملاحت سے بھرپور چہرے پہ بھرپور نظر ڈالی۔

"وعلیکم السلام، تم نے اس کو پھر ناراض کر دیا، اب سارا دن میرا سر کھائے گی۔" ان کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ تھی۔

"یہ تو ہماری رونق ہے، اس کی یہ ہی حرکتیں مجھے یاد آتی ہیں اور مجھے مسکرانے پہ مجبور کرتی رہتی ہیں۔"

"تم سناؤ کیسی ہو، تمہاری واپسی کا کیا بنا؟" ان کی آنکھوں میں انتظار بول رہا تھا۔

"میں نے آپ کو ایک کام کہا تھا، کچھ کیا آپ نے؟" اس نے سوالیہ نگاہیں ان پہ مرکوز کیں۔

"ہاں...... میں نے اس سلسلے میں کچھ عورتوں سے بات کی تھی لیکن......" ان کے لب ایک دم خاموش ہوئے۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

"لیکن کیا؟ کوئی مالی مسئلہ ہے تو بلا جھجک کہہ دیں۔" وہ جانتی تھی بات کچھ اور ہے۔ لیکن انہیں بات بڑھانے کا حوصلہ دینا چاہتی تھی۔

"دیکھو بیٹا، میں ایسا کچھ نہیں چاہتی اور اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ اس بات کا زیادہ تذکرہ کرنا مناسب نہیں رہے گا۔" وہ تذبذب کا شکار ہوئیں۔

"آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں۔" اس نے واضح اپنی کیفیت بتائی۔

"عباد......" ان کے الفاظ ساکت ہوئے اور اسی ساکت لمحے میں وہ اس لفظ کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

"مجھے منظور ہے۔" اس کا فیصلہ تھا اور دل سے تھا۔

ایک لمحے کا تردد نہیں تھا
پھر بھی کچھ تو تھا
بے سبب ترک تعلق کا بڑا رنج ہوا
لاکھ رنجش سہی اک عمر کا یارانہ تھا

وہ انکار کرنا چاہتی تھیں، اسے روکنا چاہتی تھیں لیکن اس کے چہرے پہ فیصلہ کن تاثرات مزید بات کرنے سے روک رہے تھے۔ کال بند ہو چکی تھی اور وہ سوچ رہی تھی اس باب کا آغاز کہاں سے ہوا تھا۔ یہ داستان کہاں سے شروع ہوئی اور اختتام کہاں ہونے جا رہا تھا۔

گرمی کا زور کم ہونے کے بجائے بڑھ رہا تھا۔ تین دن کے وقفے سے ہونے والی بارشیں بھی موسم کی شدت کم کرنے میں ناکام رہی تھیں۔ سڑک کنارے لگے درخت مرجھائے ہوئے لگ رہے تھے لیکن اس تیز گرمی میں بھی لوگ یوں باہر موجود تھے جیسے موسم سے لطف اندوز ہو رہے ہوں۔ اس نے پریشان نگاہوں سے آگ اگلتے سورج کو دیکھا اور سفید دوپٹے کو چہرے کے گرد سے تھوڑا ڈھیلا کیا کیونکہ سانس بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے کندھے سے لٹکتا پرس مضبوطی سے تھاما اور قدموں کی رفتار تیز کر دی تھی۔

اس کی منزل ابھی دور تھی لیکن یہ آفت روز کی طرح اس کی جان کو چمٹ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جتنے تیز قدم اٹھا لے انصاری چوک بیس منٹ سے پہلے نہیں پہنچ سکتی تھی۔ یہ سوچ آتے ہی نہ جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے قدموں

Scanned with CamScanner

کی رفتار کم کردی اور اسی پل اسے اپنے پیچھے آنے والے قدموں کی رفتار بھی کم ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ پیچھے آنے والے انسان سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی دل کی دھڑکن کانوں میں گونج رہی تھی۔ اسے ہر شخص خود کو دیکھتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات گردش کررہے تھے اور وہی خیال پیشانی پہ ننھی ننھی بوندوں کی صورت چمکنے لگے تھے۔ یہ کھیل پچھلے کئی دنوں سے جاری تھا اور آج ہمت کرتے ہوئے اس نے یہ سب ختم کرنے کا سوچ لیا تھا۔ اس کے دو ہی طریقے تھے، ایک یہاں شور مچاتی اور پھر چھتروں جوتیوں کی برسات ہوتے دیکھتی یا خود بات کرکے پیچھے آنے والے کو اپنی زبان سے منع کردیتی۔ اسے دوسرا طریقہ مناسب لگا کیونکہ شور مچانے سے جو تماشا لگتا اس کا نشانہ اس کی ذات بھی بنتی۔ اس نے ایک دم فیصلہ کیا اور سامنے نظر آتی گلی میں گھس گئی۔ اس کی توقع کے عین مطابق وہ بھی اس کے پیچھے آیا تھا۔ وہ کچھ قدم چلتی رہی تاکہ سڑک سے تھوڑی دور ہو جائے۔ اس نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے ایک دم رخ اپنے پیچھے آنے والے انسان کی طرف کیا تو وہ پوری طرح چونکا۔ وہ چونکا ضرور لیکن آنکھوں میں موجود بے باکی میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔ اس کا رکنا اور یوں مڑنا اسے قطعاً پریشان نہ کرسکا۔

"اتنے دن سے میرا پیچھا کرنے کے بعد اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں تمہارے ٹائپ کی نہیں ہوں؟" وہ اپنے انداز میں جتنی رعونت لاسکتی تھی لے آئی تھی۔

"مجھے تو پہلے دن سے اندازہ ہے کہ آپ میرے ہی ٹائپ کی ہیں۔" اس کی آنکھوں کے برعکس لہجے میں نرمی تھی۔

"میں سڑک پہ شور مچا سکتی تھی اور اس کے بعد تمہارا کیا انجام ہوتا تمہیں یہ بھی معلوم ہے لیکن مجھے بہتر لگا کہ ایک بار تمہیں آرام سے سمجھا دوں۔ آئندہ میرا پیچھا کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" اس نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی اور دوپٹا درست کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔

"آپ یہ شوق بھی پورا کرلیجیے گا۔" اپنے پیچھے سے آتی آواز اسے سلگا گئی، اسے اندازہ تھا کہ ایسے نمونے آسانی سے نہیں مانتے لیکن اس نے ایک کوشش ضرور کرنا چاہی تھی۔ ویسے بھی اس کے علاوہ وہ کیا کرسکتی تھی؟

وہ سوچوں کے گرداب میں ایسی پھنسی کہ انصاری چوک پہنچنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ اذان کی آواز سماعتوں میں نہ آتی تو وہ شاید ایسے ہی وہاں سے گزر جاتی۔ اپنی گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے ننھی باجی کے نہ ملنے کی دعا کی لیکن آج اس کی ساری دعائیں مردہ ہو رہی تھیں۔

"سارہ..... آج تمہیں دیر نہیں ہوگئی؟" وہ ہمیشہ کی طرح اپنے دروازے کے آگے کرسی پہ براجمان اور ہر آنے جانے والے پہ نظر رکھے ہوئے تھیں۔

"نہیں باجی، میں تو اپنے وقت پہ ہی آئی ہوں۔" اس نے اپنے لہجے سے الجھن ظاہر نہیں ہونے دی۔

"اچھا..... تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں وگرنہ تم اذان سے پہلے آجاتی ہو، عمارہ تمہارے آنے کے بعد آتی ہے اور ادھر تم گلی میں قدم رکھتی ہو ادھر عباد گھر سے نکل جاتا ہے۔" وہ پورا حساب رکھے ہوئے تھیں اور ان کی یہ معلومات اسے زچ کرنے کے لیے کافی تھیں۔

"اگر عمارہ بھی آچکی ہے تو اس کا مطلب ہے میں واقعی تاخیر سے آئی ہوں، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" اس نے ان کی بات ماننے میں ہی عافیت سمجھی وگرنہ اسے رات بھی یہاں ہی ہوسکتی تھی۔

"یہی بات تو میں کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے جوش سے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔ اس نے جھوٹی مسکان ہونٹوں پہ سجائی اور سر جھٹکتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوگئی تھی۔

ہفتے کے آخری ایام تھے اور اس وقت وہ گھر واپسی کے لیے بس اڈے پہ بیٹھا تھا لیکن آج وہ اپنا ہفتہ وار معمول توڑ رہا تھا اور اس بات کا اسے کوئی ملال بھی نہیں تھا۔ اس کے قدم بس اڈے کے بجائے اپنی رہائش کی طرف تھے جہاں وہ پانچ لڑکے اکھٹے رہتے تھے۔ وہ مختلف شہروں سے روزگار کے سلسلے میں یہاں آ کر ٹھہرے ہوئے تھے۔

"ارے تابش تو گاؤں نہیں گیا؟" وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تو سب نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ان سب کی حیرانی بجا تھی کیونکہ اکثر ان سب کے روکنے کے باوجود وہ نہیں رکتا تھا۔

"نہیں..... آج کام کچھ زیادہ تھا، طبیعت بھی تھوڑی ٹھیک نہیں لگ رہی۔" اس نے جھوٹے بہانے سے انہیں مطمئن کیا اور اپنے بستر پہ دراز ہوگیا۔

pklibrary.com
Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

"تھوڑی دیر تک چائے بنتی ہے تو ساتھ والی کھالے، آج ویسے بھی لمبی بازی لگانے کا سوچا ہے تو بھی ساتھ دینا، طبیعت بھی بہتر ہو جائے گی اور دل بھی بہل جائے گا۔" ان کی بات سن کر سر اثبات میں ہلایا، جب کہ اس کے دماغ میں بڑی حسین فلم چل رہی تھی۔ وہ ان خیالات کے ساتھ بہہ جانا چاہتا تھا لیکن ان سب کا شور ایسا ہونے نہیں دے رہا تھا سو اس نے خیالات کو جھٹکا اور سگریٹ سلگاتے ہوئے ان کے ساتھ تاش کے کھیل میں شامل ہو گیا۔

"آج کیا کھیلنے کا ارادہ ہے؟" تاش نے پتے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے سب سے سوال کیا۔

"تاش کی جان کھیلتے ہیں۔" وہ ان سب کے ساتھ کم ہی کھیلتا تھا لیکن اتنا اندازہ تھا کہ یہ نام انہوں نے "رنگ" (تاش کے کئی کھیل ہیں اور رنگ اس کی ایک قسم ہے) کو دیا ہوا تھا۔ اس نے پتے بانٹنے شروع کیے اور یوں ایک نہ رکنے والے شور شرابے کا آغاز ہو گیا۔ وہ بھی اس سب میں اتنا گمن ہوا کہ دن بھر کے تمام واقعات ذہن سے نکل گئے تھے۔

❁.......◉.......◉.......❁

رات کے کھانے پہ وہ دونوں تیسرے فرد کا انتظار کر رہی تھیں۔ عمارہ دو تین بار اسے آواز دے چکی تھیں اور اب اٹھ کر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ وہ کمرے سے نکل کر ان کے قریب چلی آئی۔

"آج کیا پکایا ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے عمارہ کی جانب دیکھا۔

"چنے کی دال اور چاول ہیں۔" وہ بتاتے ہوئے جانتی تھی کہ اس کا ردعمل کیا ہوگا۔

"کیا یار؟ کبھی تو کچھ اچھا پکا لیا کرو۔" وہ دھپ کر کے چٹائی پہ بیٹھی اور اس کا دکھی انداز عمارہ کو مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

"مہینے کا آخر ہے اور سارا راشن ختم ہو چکا ہے۔" انہوں نے ایک مجرم کی طرح وضاحت دی۔ ان کے مدھم لہجے پہ وہ چونکی۔ اسے ایکدم اپنے غلط رویے کا احساس ہوا تھا۔

"ایک دو دن ہی باقی ہیں، جیسے ہی تنخواہ ملے گی آپ راشن لے آیئے گا۔" اس نے انہیں تسلی دی یا شاید اپنے رویے کی تلافی کی کوشش کر رہی تھی۔

"امو...... بھاگ کر جاؤ اور اچار لے آؤ، اچار کے ساتھ کھانے کا مزا آئے گا۔" وہ پیار سے اسے امو کہتی تھی اور یہ نام اس کے اندر بھی کرنٹ بھر دیتا تھا۔

"دکان کا کرایہ نہیں آیا؟" وہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی لیکن پوچھ بیٹھی۔

"نہیں...... وہ پچھلے دو تین ماہ سے تنگ کر رہا ہے، اسے بھی احساس ہو گیا ہوگا کہ تین عورتیں کیا کر لیں گی جو دکان دار آتا ہے پہلے سے بڑھ کر آتا ہے۔" ان کے لہجے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔

"ہم کل ہسپتال سے واپسی پہ بازار جاؤں گی، آپ پہلے بتاتیں تو اب تک اس کا کوئی حل نکال لیتی۔"

"نہیں...... تم بالکل مت جانا، اللہ جانے کیسا انسان ہو، میں ننھی باجی سے بات کروں گی یا خود ہی عباد کو کہہ دوں گی۔ وہ اچھے سے سب دیکھ لے گا۔" ان کے لہجے میں فکر مندی در آئی۔

"آپ تو ننھی باجی کو کہہ دیں گی اور وہ آتے جاتے میرا سر کھائیں گی، اس لیے آپ پہلے مجھے کوشش کر لینے دیں پھر انہیں کہہ دیجیے گا۔" ننھی باجی کے نام پہ ہی اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"توبہ ہے آپی، وہ اتنی سادہ سی تو ہیں آپ نجانے کیوں ان سے اتنا چڑتی ہیں۔" عمارہ کو اس کے بے جا غصے پہ پھر ہنسی آئی۔

"کہاں سادہ ہیں؟ جتنی تفتیش میری ہوتی ہے اتنی تمہاری ہو تو تمہیں پتا چلے۔" آج والے واقعے سے وہ ان سے اچھی خاصی خار کھائے بیٹھی تھی۔

"میرا بس چلے تو میں انصاری محلے سے ننھی باجی کو دور بھیج دوں یا خود کہیں چلی جاؤں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"آپی...... وہ ہماری رشتے دار بھی ہیں۔" عمارہ کو اس کا انداز اچھا نہیں لگا۔

"ہاں...... ابو کے چچا کی بہو، یہ بھلا کوئی رشتہ ہوا؟" اس نے غصے سے سر جھٹکا۔

"آپ ایک رشتہ تو بھول ہی گئیں؟" اس کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔ "وہ آپ کی ہونے والی ساس بھی ہیں۔"

"عمارہ...... تم کسی دن میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جاؤ گی، تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ یہ فضول کے رشتے میرے ساتھ نہ جوڑا کرو، آپ اس کو سمجھا لیں۔" وہ اس سب میں ان کو بھی گھسیٹ لائی۔ وہ کیا کہہ سکتی تھیں بس سر ہلا کے رہ گئی تھیں۔

کمرے میں حبس کم کرنے کے لیے اس نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے تھے، کھڑکی کے آگے ایک میز رکھی تھی جس پہ اس کے سارے ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے، وہ اکثر اسی میز کے آگے بیٹھ کر مطالعہ کرتا تھا، اس وقت بھی وہ مستنصر حسین تارڑ کا ''سفرنامہ'' پڑھ رہا تھا۔ وہ پڑھنے میں مکمل مگن تھا کہ اچانک کھڑکی کے دوسری طرف ہلچل ہوئی۔ وہ چند پل سوچتا رہا اور پھر کتاب میز پہ رکھتے ہوئے کھڑکی تک آیا۔ دوسری طرف چند فٹ نیچے چچی کے گھر کی چھت تھی۔ چھت پہ اندھیرا تھا لیکن غور سے دیکھنے پہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

''عمارہ...... تم ہو؟'' اس نے کشمکش میں رہنے کی بجائے پوچھ لیا۔

''جی بھائی۔'' اس کے خیال کی تصدیق ہوئی تو دل میں ایک ہلکی سی امید جاگی کہ شاید سارہ بھی ہو۔

''تم یوں چوروں کی طرح یہاں کیوں کھڑی ہو؟''

''کیا...... میں آپ کو چور لگتی ہوں؟'' وہ خفا ہو کر بولی۔

''میں نے تمہارے کھڑے ہونے اور بلانے کے انداز سے کہا ہے۔'' اس نے فوراً وضاحت دی۔

''ابھی میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں آپ کو ایسے چھوڑنے والی نہیں تھی۔'' اس کے دھمکی آمیز انداز پہ اسے ہنسی آئی۔

''اچھا اب بتا بھی دو کہ ایسے کیوں کھڑی ہو؟'' وہ مطلب کی بات پہ آیا۔

''آج آپ کے گھر میں کیا پکا ہے؟''

''کیا...... یہ بات پوچھنے کے لیے تم اس طرح اندھیرے میں دیوار سے چپک کر کھڑی ہو؟'' اسے حیرت ہوئی۔

''ہاں...... یہی پوچھنے آئی تھی، اب جلدی سے بتائیں ناں۔''

''پلاؤ پکایا تھا۔'' اس نے ناسمجھی کے عالم میں جواب دیا۔

''یا میرے اللہ تیرا شکر ہے، اب جلدی سے کچن میں جائیں اور ایک پلیٹ میں پلاؤ نکال لائیں۔'' اس نے اگلا حکم دیا جسے سن کر اس کو اچھا خاصا جھٹکا لگا۔

''عمارہ...... تم مجھے سیدھی طرح بات بتاؤ گی یا میں واپس اپنے کمرے میں جاؤں؟'' اب کی بار اس کا لہجہ سنجیدہ ہوا۔

''آپ کسی کو بتائیں گے تو نہیں؟'' وہ جھجکی۔

''عمارہ......'' وہ سختی سے بولا۔

''وہ آپی نے کھانا نہیں کھایا، بھوکی سو جائیں گی، اس لیے میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں اور اگر کچھ اچھا پکا ہوا ہے تو ان کے لیے لے جاؤں گی۔'' اس نے بنا سانس لیے سب کہہ دیا۔

''تم مجھے کال کر دیتی میں دے جاتا۔'' اس کی بھوک کا سن کر وہ فوراً بولا۔

''نہیں...... ایسے تو مجھے امی اور آپی دونوں سے ڈانٹ پڑنی تھی۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''ایسے لے کر جاؤ گی تو کیا ڈانٹ نہیں پڑے گی؟'' اس کی کوئی بات اسے سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

''میں کوئی نا کوئی بہانہ کر دوں گی اور اگر پکڑی بھی گئی تو بس آپی سے ڈانٹ پڑے گی۔'' اس کی سوچ پہ عباد بے ساختہ مسکرایا۔

''پتا چل رہا ہے کہ تم 'آئی کام' کر رہی ہو، حساب کتاب پورا رکھا ہوا ہے۔''

''اب آپ جلدی سے جائیں ناں۔'' اس نے عباد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''میں لے تو آؤں گا لیکن یہاں سے پکڑاؤں گا کیسے؟'' اسے اگلی پریشانی نے آن لیا۔

''آپ کسی بڑی سی چادر میں باندھ کر میری طرف لٹکا دیجیے گا۔'' اس کے جواب پہ وہ عش عش کر اٹھا۔

''آپ یہیں رکیے مینگر صاحبہ، میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔'' اس کے انداز نے عمارہ کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

وہ سونے کے لیے بستر پہ دراز ہو چکی تھی، عمارہ کا بستر خالی تھا یقیناً وہ پڑھ رہی ہوگی۔ وہ اس کی نسبت پڑھائی میں اچھی تھی لیکن عمارہ کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں تھا، اس کے دماغ میں کئی خیالات گردش کر رہے تھے، حالات کے پیش نظر اس نے ایک فیصلہ کیا تھا لیکن اس کے بعد بھی وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔ آج آخری رات تھی اور صبح تک اسے کسی نتیجے تک پہنچنا تھا۔ صبح اسے دکان دار کی طرف بھی جانا تھا اور اس معاملے کو اچھے سے حل کرنا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ مسئلہ منی باجی کے گھر تک جائے۔

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

وہ صبح کے متعلق جوڑ توڑ کرنے میں مصروف تھی جب دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا۔ اس نے چونک کر اس سمت دیکھا تو عمارہ ہاتھ میں ایک پلیٹ پکڑے کھڑی نظر آئی۔

''آج سونے کا ارادہ نہیں ہے یا صبح کالج نہیں جانا؟'' اس نے دماغ کو ہر سوچ سے آزاد کیا اور اس کی طرف دیکھا۔

''کالج سے چھٹی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ جواب دیتی اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے جس مضبوطی سے پلیٹ پکڑی ہوئی تھی۔ اس سے اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کوئی خاص چیز اس کے لیے لائی ہے۔

''آپ نے کھانا نہیں کھایا تو آپ کے لیے یہ لائی ہوں۔'' اس نے پلیٹ پر سے ڈھکن ہٹاتے ہوئے اس کے آگے کیا۔ اسے پلاؤ دیکھ کر شدید حیرانی ہوئی۔

''یہ کہاں سے آیا؟''

''وہ دوپہر میں ننھی باجی کے گھر سے آیا تھا۔ کھانے کے وقت یاد ہی نہیں رہا، ابھی یاد آیا تو آپ کے لیے لے آئی۔'' اس نے جلدی سے جواب دیا اور چمچ بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔

''خیر ہے ناں، یہ اتنا پیار کس خوشی میں آ رہا ہے؟'' اس نے شرارتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''آپ بھی حد کرتی ہیں، مجھے اتنی فکر ہو رہی تھی کہ آپ بھوکی نہ سو جائیں اور آپ کو اس میں میری خود غرضی دکھائی دے رہی ہے۔'' اس نے چمچ واپس رکھا اور منہ پھلا کے بیٹھ گئی۔

''اُف پاگل، میں تنگ کر رہی تھی۔'' اس نے ہنستے ہوئے اس کا پھولا ہوا منہ اپنی طرف موڑا۔

''چلو آؤ، دونوں بہنیں مل کر کھاتے ہیں۔'' وہ بھی مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ شامل ہوئی۔

''خالہ سو گئیں؟'' اس نے غالیہ بیگم کے متعلق پوچھا۔

''آپ جانتی تو ہیں امی عشاء کی نماز پڑھنے کے فوراً بعد سو جاتی ہیں۔'' عمارہ کے جواب نے اسے قدرے مطمئن کر دیا تھا۔ اسے شام کے وقت ہونے والی بحث نے کافی پشیمان کر دیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کیا ایک دم اسے کیا ہو جاتا تھا جو اتنی تلخی اس کے مزاج میں اتر آئی تھی۔

''امو...... ایک بات پوچھوں؟''

''جی۔''

''میں کبھی کبھی خالہ سے بہت تلخ بول جاتی ہوں، تمہیں کبھی برا نہیں لگا؟'' اس کی نگاہیں عمارہ کے چہرے پہ مرکوز تھیں، وہ شاید اس کے تاثرات سے جواب جاننا چاہتی تھی۔

''آپی...... کبھی کبھار آپ بھی عجیب باتیں کرتی ہیں، وہ آپ کی ماں ہیں، آپ کا اور ان کا آپس کا معاملہ ہے، آپ ان کو جو بھی کہیں مجھے کیوں برا لگے گا۔'' اس کے لہجے سے زیادہ تاثرات میں سچائی تھی۔

''ویسے بھی مجھے لگتا ہے آپ ان کی مجھ سے زیادہ اچھی بیٹی ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''یہ نادر خیال کیسے آیا تمہیں؟'' اس کی بات پہ سارہ ہنس دی۔

''یہ تو سامنے کی بات ہے، آپ ان کا مجھ سے زیادہ خیال رکھتی ہیں، سارے گھر کا خرچ آپ چلاتی ہیں، میری پڑھائی سے لے کر ہر چھوٹی بڑی ضرورت آپ پوری کرتی ہیں، اپنی ساری تنخواہ امی کو دیتی ہیں اور دوبارہ کبھی حساب نہیں مانگتی اور سب سے بڑھ کر امی مجھ سے زیادہ آپ کو دعائیں دیتی ہیں۔'' اس کا سوچنے کا اپنا انداز تھا، اس کی ساری باتیں ٹھیک تھیں، اس نے جو، جو کہا تھا وہ ویسا ہی کرتی تھی لیکن دعاؤں کی بات اسے چونکا گئی۔ اس نے کہیں پڑھا تھا آپ جس کی دعا میں جتنا شامل ہیں اس کے لیے اتنا اہم ہیں۔

''اچھا زیادہ باتیں نہ کرو اور اب سو جاؤ۔'' اس نے خالی برتن اٹھائے اور کمرے سے نکل گئی تھی۔

رات دیر سے سونے کے باعث اس کی آنکھ تاخیر سے کھلی تھی، وہ جلدی سے تیار ہو کر بنا ناشتہ کیے گھر سے نکل گئی تھی۔ وہ ننھی باجی کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ ان کا دروازہ کھلا اور باہر نکلنے والا حسب توقع عباد تھا۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آنے جانے کے دوران ان کا آپس میں ٹکراؤ نہ ہو۔

''السلام علیکم! کیسی ہو؟'' وہ جو کوئی بات کیے بنا آگے بڑھ جانا چاہتی تھی اس کے سلام نے قدموں کو روک لیا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟'' اس نے رسم دنیا نبھانے کی کوشش کی۔

''الحمدللہ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہاری نرسنگ کیسی جا رہی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ٹھیک۔'' اس نے یک لفظی جواب دیا، اسے آج بھی

pklibrary.com

چار سال پہلے کا وقت یاد تھا جب اس نے نرسنگ کا کورس شروع کیا تھا اور اس کی سب سے زیادہ مخالفت اسی انسان نے کی تھی۔

"میرا معاہدہ بھی اس چیمبر سے ختم ہونے والا ہے، میرا ارادہ ہے کہ اس کے بعد کسی اچھی فرم میں نوکری تلاش کروں۔" وہ نہ جانے کیوں اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق اسے بتا رہا تھا۔ وہ اس کی بات کا چاہ کر بھی کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔ وہ انصاری چوک تک آگئے اور تاخیر ہونے کے باعث اس کا پیدل جانے کا ارادہ نہیں تھا۔

"میری بائیک خراب ہے، ٹھیک کرنے کے لیے دی ہوئی ہے ورنہ میں تمہیں چھوڑ دیتا۔" وہ نادم ہوا۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا اور آگے بڑھ کر رکشہ روک لیا۔ چند لمحوں بعد وہ حد نگاہ سے دور جا چکی تھی لیکن پیچھے کھڑا شخص پریشان رہ گیا تھا۔ اس کا ہسپتال دوسری طرف تھا اور وہ اس کی مخالف سمت گئی بلکہ رکشے والے کو جس جگہ کا نام بتایا وہاں کوئی ہسپتال نہیں تھا۔ اس کے تاثرات میں اتنی سنجیدگی تھی کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اس سے کچھ پوچھ نہیں پایا تھا۔

❁.......●.......●.......❁

دونوں لڑکیاں گھر سے جا چکی تھیں، دو تین گھنٹوں میں ان کے سارے کام ختم ہو گئے تو فضول بیٹھنے کی بجائے وہ نمی باجی کی طرف چلی آئیں۔

"آج جلدی آگئی؟" وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوئیں۔

"کوئی خاص کام نہیں تھا تو سوچا آپ کو دیکھ لوں، آپ بھی گھٹنوں میں درد کے باعث کہاں زیادہ کام کر سکتی ہیں اور کام والی آپ کو پسند نہیں۔ آپ اکیلی ہلکان ہوتی رہیں گی جب کہ مل کر کرنے سے سب کام جلدی ختم ہو جائے گا۔" انہوں نے آتے ہی چیزیں سمیٹنی شروع کر دی تھیں۔

"یہ ساری باتیں چھوڑو اور ادھر میرے پاس آکر بیٹھو۔" ان کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ سبزی پکڑے ان کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"یہ کب تک تم دو گھروں کی ذمہ داریاں سنبھالتی رہو گی؟ میری مانو تو فیصلے کا وقت آگیا ہے، کچھ سوچو تاکہ کچھ بوجھ ہلکا ہو۔"

"اب کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟ میں نے اتنی بھی انہونی بات نہیں کی۔" نمی باجی کو ان کی خاموشی اچھی نہیں لگی۔

"ایسی بات نہیں ہے باجی، دراصل سارہ کے نرسنگ کے فیصلے پہ جو کھٹ پھٹ ہوئی تھی وہ ابھی تک اس کے دل سے نکلی نہیں ہے۔" انہوں نے کہا۔

"وہ بات پرانی ہو گئی ہے، ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں دل میں رکھنے سے زندگی کہاں گزرتی ہے اور ویسے بھی عباد کے اتنا منع کرنے کے باوجود اس نے اپنی مرضی کی تان پھر اب کس بات کا گلہ؟" انہیں عالیہ بیگم کی بات پسند نہیں آئی۔

"باجی...... اب ایسے بھی نہ کہیں، اس وقت بے شک اس کا فیصلہ غلط لگ رہا تھا اور ساری برادری نے باتیں کی تھیں لیکن آج احساس ہوتا ہے کہ وہ ٹھیک تھی، اس نے کنویں کا مینڈک بننے کی بجائے دریا کی مچھلی بننا پسند کیا۔ یہ سارے لوگ جنہوں نے باتیں کی تھیں آج کیا ہماری مدد کو آتے؟" وہ جو ہمیشہ غیر محسوس انداز میں اس کا دفاع کرتی تھیں آج مکمل کر بولیں۔

سب محلے والوں اور انصاری برادری کی باتیں ان کو آج بھی ملال میں مبتلا کرتی تھیں لیکن اب انہوں نے ان باتوں پہ کڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے تسلیم کر لیا تھا کہ سارہ کے فیصلے میں ان سب کی بہتری شامل تھی۔

"یہ بھی تم نے خوب کہی، تمہیں کسی بھی مشکل گھڑی میں کبھی اکیلا چھوڑا ہے؟ اب بھی تمہارا فائدہ سوچا ہے، بڑی کو بیاہ دو گی تو چھوٹی کے رشتے آئیں گے اور وقت پر ہی اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ گی۔" انہیں عالیہ بیگم کی باتیں پسند نہیں آ رہی تھیں، ان کی ہر بات میں ہاں سے ہاں ملانے والی آج ہر بات پہ مخالفت پہ آمادہ تھی۔

"باجی...... ہر ماں ایسا ہی سوچتی ہے، آپ نے آج کہا ہے جب کہ میں کئی بار یہ سب سوچ چکی ہوں، کچھ ہفتے پہلے بھی بات ہوئی تھی لیکن وہ عمارہ کی پڑھائی ختم ہونے سے پہلے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" ان کی بات نے نمی باجی کا مزاج مزید خراب کر دیا۔

"اس کو اتنی ڈھیل بھی نہ دو کہ کل کو پچھتانا پڑے، اسے کوئی کچھ نہیں کہے گا سب تمہیں باتیں سنائیں گے، تمہاری سالوں کی ریاضت کوئی نہیں دیکھے گا بلکہ ایک پل میں وہ لفظ تمہارے ساتھ منسوب کر دیں گے جو مٹانے کے لیے ساری عمر محنت کرتی رہی ہو۔" ان کی باتیں تلخ ہو رہی تھیں لیکن وہ سننے پہ مجبور تھیں۔

"باجی، میں ایک بار پھر اس سے بات کروں گی۔" اس

وقت بات ختم کرنا ہی انہیں بہتر لگا تھا۔

وہ پوش علاقے میں پہنچ گئی تھی، مطلوبہ جگہ تلاش کرنے میں اسے زیادہ مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اس کے سامنے ایک بنگلہ نما گھر تھا جس کے نچلے حصے کو بطور دفتر استعمال کیا جا رہا تھا۔ گارڈ کے سوالوں سے جان چھڑانے کے بعد جیسے ہی اندر داخل ہوئی نازیہ منتظر نظر آئی۔

"سارہ..... تم بھی حد کرتی ہو، میں کب سے یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" نازیہ کے مزاج اس کی سوچ سے زیادہ برہم تھے۔

"بس آنے میں دیر ہوگئی، تم بتاؤ یہاں کیا صورت حال ہے؟" اس نے اردگرد نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے ان سے ساری بات کرلی ہے، ڈاکٹر مختار کی وجہ سے انہوں نے کافی اچھا برتاؤ کیا ہے۔"

"مطلب میرا ان سے ملنا ضروری نہیں ہے؟" اس کے وجود میں ایک دم خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"بہن، اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ، وہ ڈاکٹر مختار کی وجہ سے ہمیں لاکھوں کی ادائیگی کی سہولت دے رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کاغذی کارروائی نہیں کریں گے۔" نازیہ جو پہلے ہی تاؤ کھائے بیٹھی تھی اس کے انداز پہ مزید بھڑک اٹھی۔

"یہ تو میرے ذہن میں ہی نہیں آیا، چلو پھر جو کام باقی ہے وہ پورا کرلیں۔" وہ بیگ پکڑتے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دو منٹ سکون کا سانس تو لے لو۔" نازیہ نے ہاتھ پکڑ کے اسے واپس بٹھایا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا کہ اب اسے کیا مسئلہ ہے۔

"تمہاری تاخیر کے باعث اب کوئی دوسری پارٹی ان کے دفتر میں ہے، ان کے جانے کے بعد ہم اندر جا سکتے ہیں۔" اس نے وضاحت دی۔

"ویسے آج تمہیں جلدی کس بات کی ہے؟" ہاسپٹل کی بہترین نرسوں میں سارہ کا شمار ہوتا تھا۔ اس کے کام کا تجربہ زیادہ نہیں تھا لیکن کام سے محبت اور دیگر اوصاف کے باعث وہ سارے طبی عملے کی پسندیدہ تھی اور اسی وجہ سے اس کے اتنے بڑے فیصلے کے لیے ڈاکٹر مختار نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ جس کام کے لیے وہ کئی دنوں سے پرجوش تھی، آج اسی کام کو لے کر اتنا عجیب رویہ نازیہ کی سمجھ سے باہر تھا۔

"مجھے گلشن مارکیٹ جانا ہے اور نہ جانے وہاں کتنا وقت لگ جائے۔" سارہ کی بات نے اسے چونکا دیا۔

"ہمیں پہلے ہی ہسپتال سے دیر ہو رہی ہے اور تمہیں خریداری سوجھ رہی ہے، یہ کام کسی اور دن کرلینا، میرا تمہارے ساتھ مرنے کا ارادہ نہیں۔" نازیہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم ہر وقت ہوا کے گھوڑے پہ سوار کیوں رہتی ہو؟ میری بات تو سنو پھر اپنی پھلجھڑیاں چھوڑنا۔" اب سارہ کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی۔

"تم نے مجھے کب فضول بازاروں میں گھومتے ہوئے دیکھا ہے؟ ہمارا دکان دار تنگ کر رہا ہے اور مجھے اس کی خبر لینے جانا ہے، تم پتا نہیں کیا کیا سوچ رہی ہو۔" سارہ نے اسے اچھی خاصی جھاڑ پلائی۔

"آپ لوگ اندر چلی جائیے۔" نازیہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ایک کم عمر لڑکے نے آ کر کہا۔ وہ دونوں ایک خوب صورت سے دفتر میں داخل ہوئیں۔

"مس نازیہ سے میری بات ہو چکی ہے اور یقیناً انہوں نے آپ کو خبردار کردیا ہوگا، اب آپ لوگ مجھے اپنا جواب دے دیجیے۔" ان کے سامنے ایک درمیانی عمر کا شخص بیٹھا تھا جس کا لہجہ مکمل کاروباری تھا۔

"ہمیں آپ کی سب شرائط منظور ہیں۔" سارہ نے دبے لہجے میں جواب دیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ سود بہت زیادہ ہے لیکن کچھ بھی کہہ کر وہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہ رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے کاغذات پہ دستخط کیے اور بوجھل دل لیے وہاں سے اٹھ گئی۔

اتنی بڑی کامیابی پہ نازیہ پھولے نہیں سما رہی تھی جب کہ وہ حیران تھی، وہ اس موقع کو لے کر جتنی پرجوش تھی اب اتنی ہی خاموشی ایک دم وجود میں کیوں اتر آئی تھی؟ وہ وہاں سے گلشن مارکیٹ جانے کے لیے نکلی اور نا چاہتے ہوئے بھی نازیہ اس کے ساتھ تھی۔

کئی سال گزر گئے اسے یہ معاملات دیکھتے ہوئے، اس کے لیے نئی بات نہیں تھی مگر ہر بار یہ سب کرتے ہوئے اس کے دل میں ایک مرد کے ساتھ کی خواہش ضرور جاگتی تھی۔ ابا نے اماں کی وفات کے بعد شاید اس کی تنہائی کے خیال سے

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

بیوہ خالہ سے شادی کرلی تھی ورنہ اماں کے بعد انہیں کسی سہارے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ انہیں نشے کی عادت پڑ گئی تھی اور نشے کی لت میں سب اڑا گئے اور ان کی وفات ہی تھی جس کی وجہ سے ایک دکان بکنے سے بچ گئی تھی یوں کچھ سال در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے محفوظ رہے، بھائی کوئی تھا نہیں اور ایک رشتہ جو صرف زبان کا تھا وقت پڑنے پہ ساتھ نہ دے سکا تھا۔ اسے وہ وقت اب بھی یاد تھا جب خالہ کو گردے میں درد ہوا اور ان کا آپریشن کروانا ناگزیر ہوگیا تھا تو اس نے کیسے پیسے اکٹھے کیے اور کیسے انہیں زندگی اور موت کی کشمکش سے نکال لائی تھی۔ ان ہی حالات کے سبب اسے آگے پڑھنے کے بجائے کام کرنا مناسب لگا، نرسنگ اس کا شوق قطعاً نہیں تھا لیکن اس وقت ایک اچھا راستہ لگا، ہاتھ میں ہنر آتا اور کمانے کا ذریعہ بھی لیکن تب اس کے آگے ایک برائے نام رشتہ چٹان کی طرح آ کھڑا ہوا تھا۔ عباد اور نعمی باجی کو، محلے کی باتیں اس کی خودداری سے زیادہ پیاری ہوگئی تھیں۔

وہ اپنی سوچوں کے دریا میں بہتی مطلوبہ مقام تک پہنچ گئی تھی۔ دکان میں رش نہ دیکھ کر اسے حوصلہ ہوا کہ آسانی سے بات کرلے گی۔ وہ جیسے ہی دکان میں داخل ہوئی دکان دار گھبرا گیا لیکن اس گھبراہٹ میں پشیمانی کی جھلک نہیں تھی۔ اسی پل اسے اندازہ ہوگیا کہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا نہیں۔ اس لیے تھوڑا بہت دھمکا کر وہاں سے نکلی اور اسی تھوڑے وقت میں اس کے اندازے کی تصدیق ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

وہ کالج سے آئی تو کھانے کے بعد امی کے پاس بیٹھ گئی۔ سارا دن گھر میں دو فرد ہی ہوتے تھے اور اسی وجہ سے وہ زیادہ وقت ان کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔

"امی، آپ اتنی خاموش کیوں ہیں؟" وہ چند لمحوں میں ہی ان کی خاموشی محسوس کرگئی تھی۔

"نہیں تو...... تمہیں ایسا کیوں لگا؟" انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ میرے آتے ہی مجھ سے سارے دن کے متعلق پوچھتی ہیں اور ڈھیروں باتیں اس کے علاوہ ہوتی ہیں جب کہ آج آپ سوچوں میں الجھی نظر آرہی ہیں۔" اس نے اپنے سوال کی وجہ بتائی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ جواب کی متلاشی رہی۔

"سارہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔" انہوں نے مختصر سا جواب دیا، اس کے لیے یہ کافی عجیب بات تھی کہ وہ آپی کی وجہ سے پریشان تھیں۔

"انہوں نے ایسا کیا کردیا؟" اس نے اپنا رخ مکمل ان کی طرف کیا۔

"اس نے کیا کرنا ہے؟" انہوں نے ایک لمبا سانس لیا۔

"تو پھر......؟" عمارہ کو ان کی خاموشی ہضم نہیں ہورہی تھی۔

"جاؤ جاکر اپنا کام کرو، تمہارا اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" انہوں نے ایک دم بات کا رخ بدل دیا۔ وہ جو پورے انہماک سے بات سننے کی تیاری کررہی تھی یک دم بدمزہ ہوئی۔

"امی آپ بھی ناں...... مجھے بتایئے ورنہ میں یہاں سے کہیں نہیں جارہی۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

"کسی کی سننے والی تم ہو نہیں۔" انہوں نے ایک کوفت زدہ نظر اس پہ ڈالی، وہ اپنی تعریف پہ مسکرادی۔

"ایک ہی تو مسئلہ ہے جو جان کو آیا ہوا ہے۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا اور بات کے اختتام پہ وہ گھڑی بھر کے بدمزہ ہوئی لیکن خاموش رہی۔

"آج میں نعمی باجی کی طرف گئی تھی، وہ سارہ اور عباد کے متعلق سوچنے کو کہہ رہی ہیں جب کہ ان کی باتوں سے مجھے یوں محسوس ہورہا ہے جیسے آج بھی وہ سارہ کے کام کو قبول نہیں کرپائیں اور سارہ یہ بات سننے کو تیار نہیں، میں جاؤں تو کہاں جاؤں؟" ان کا لہجہ پریشانی کا غماز تھا۔

"امی...... پہلے جو کچھ ہوچکا ہے اس کے بارے میں میری یادداشت میں کچھ خاص باتیں نہیں ہیں لیکن میں آپ سے بس اتنا کہنا چاہوں گی کہ کچھ بھی ایسا نہ کیجیے گا جو آپی کی مرضی کے خلاف ہو۔" اس نے دل کی بات بے دھڑک کہہ دی، وہ عباد بھائی کو بے حد پسند کرتی تھی اور اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ اپنے دل میں آپی کے لیے نرم جذبات رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ یہ سب آپی کی مرضی کے مطابق چاہتی تھی۔

"تم سے بھی بندہ کیا بات کرے؟" انہوں نے پیشانی پہ ہاتھ مارا اور وہاں سے اٹھ گئیں۔

❁......❁......❁......❁

وہ ہسپتال تاخیر سے پہنچی اور آگے بھی مریضوں کا ہجوم تھا۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

صبح سے دوپہر تک اسے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ اب رش قدرے کم ہوا تو وہ اسٹاف روم میں آ کر بیٹھ گئی۔ چائے پیتے ہوئے اپنے ہی خیالات میں مگن تھی جب ڈاکٹر مختار کی آواز سنائی دی۔

"کیسا گزرا دن؟" انہوں نے وہاں رکھی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آج تو بہت زیادہ رش تھا۔" اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

"آج کل آپ جس سلسلے میں مصروف ہیں اس کا کام کہاں تک پہنچا؟"

"ہم دونوں صبح ان سے ملی تھیں، کچھ دنوں میں کام مکمل ہونے کا کہہ رہے تھے اور آپ کی وجہ سے رقم کا بھی مسئلہ نہیں ہوا۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔" اس نے ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، آپ خوامخواہ مجھے شرمندہ نہ کیجیے، بس دھیان رکھیے گا کہ یہ سفر آسان نہیں ہے۔ پردیس تو مردوں کی زندگیاں نگل لیتا ہے آپ تو پھر بھی صنف نازک ہیں، آپ کے ساتھ بہت ساری ذمہ داریاں ہوں گی، سب سے بڑھ کر آپ اپنے وطن کی نمائندہ بن کر جائیں گی۔" ان کا لہجہ پرشفقت تھا۔

"جی سر، میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ہر مشکل سے نبرد آزما ہونے کا تہیہ کرلیا۔

وہ مزید چند لمحے وہاں رکے اور پیشہ ورانہ گفتگو کے بعد چلے گئے جب کہ وہ وہیں بیٹھی مستقبل کے تانے بانے بننے میں کھو گئی تھی۔

مگر ایک موڑ کے فرق سے
تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے اسے کاٹتے
میرا سارا وقت نکل گیا

وہ امجد اسلام امجد کی شاعری پڑھنے میں مصروف تھا۔ اسے ایک دم پیاس کا احساس ہوا تو کمرے سے نکل کر کچن کا رخ کیا۔ دیکھا تو امی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے کچھ کرنے میں مصروف تھیں۔

"امی...... آپ یہاں کیا کررہی ہیں؟" وہ جلدی سے آگے بڑھا اور انہیں تھام لیا۔

"میں نے کیا کرنا ہے؟ خون کا دوران بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا تو سوچا دوائی میں سستی نہ کروں۔" وہ اس کا سہارا لے کر وہیں کرسی پہ بیٹھ گئیں۔

"آپ سے نہیں اٹھا جاتا تو کیوں کام کرتی ہیں، آپ کو فون دیا ہوا ہے، مجھے کال کرلیتیں۔" وہ ساتھ ساتھ ان کی بتائی جگہ پہ چیزیں ڈھونڈنے لگا۔

"وہ فون مجھے استعمال کرنا نہیں آتا، سارا دن ایسے ہی پڑا رہتا ہے، واپس لے لو میرے کسی کام کا نہیں۔" انہوں نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"امی، اب زمانہ جدید ہو رہا ہے اور آپ فون سے ہی خار کھائے بیٹھی ہیں۔" وہ ان کو بہلانے کو بے مطلب باتیں کرنے لگا۔

"ارے چھوڑو زمانے کو...... یہاں تو یہ بھی نہیں معلوم سانس دوبارہ آئے گی یا نہیں۔" انہوں نے دوائی کھانے کے بعد بات مکمل کی۔

"آپ آج کل بہت عجیب باتیں کرنے لگی ہیں، میرا خیال ہے اپنا بوریا بستر سمیٹوں اور آپ کے پاس ہی آجاؤں تاکہ آپ پہ نظر رکھ سکوں۔" وہ انہیں سہارا دے کر واپس ان کے کمرے میں لے آیا تھا۔

"اللہ تمہیں سدا خوش رکھے۔" اپنے بستر پہ بیٹھتے ہوئے انہوں نے اسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

"امی، آج کون سا جن آپ کے ہاتھ آیا ہوا تھا جو ہر چیز اتنی سمٹی ہوئی ہے؟" اس نے امی کے کمرے میں ہر چیز نفاست سے رکھی دیکھ کر پوچھا۔

"اس خاموش آنگن میں کس نے آنا ہے؟ اکثر عالیہ آجاتی ہے اور ڈھیروں کام نبٹا جاتی ہے، اس مشکل میں اس کا ہی تو سہارا ہے۔" ان کی بات پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نے آج اس سے بات کی ہے کہ سارہ اور تمہارے متعلق کچھ سوچ لے، اتنا عرصہ گزر گیا ہے اور اب تو سب باتیں کرتے ہیں۔" انہوں نے دن کی روداد کا آغاز کیا، وہ جو خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا اس بات پہ چونکا۔ اس کا دل نہ جانے کیوں زور سے دھڑکا تھا۔ آج صبح ہی تو اس کا

pklibrary.com
Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

ناراض چہرہ دیکھا تھا۔

"عالیہ چچی نے کیا کہا؟" اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"ارے اس نے تو مانو میرے ارمانوں پہ پانی ہی پھیر دیا، اس کے مطابق سارہ کے دل میں بال آچکا ہے اور اب وہ نہیں مانتی، ویسے بھی چھوٹی بہن سے پہلے اپنے بارے میں کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔" ان کے لہجے سے دکھ واضح جھلک رہا تھا۔ امی کی باتیں چند لمحوں کے لیے اسے خاموش کرا گئیں لیکن پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"اچھا امی، صبح جلدی کام پہ جانا ہے، میں اب چلتا ہوں۔" وہ چہرے کے تاثرات کو بحال کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں...... جاؤ، اللہ کی امان میں رہو۔" انہوں نے سر پہ ہاتھ پھیرتے اسے رخصت کیا۔

"میرا بچہ...... کتنا خوش تھا اور پل میں کیسے مرجھا گیا۔" اس کے جانے کے کتنی دیر بعد تک وہ پشیمان رہیں کہ کیوں اسے یہ باتیں بتائیں۔

آج چھٹی کا دن تھا اور وہ لمبی تان کے سونا چاہتی تھی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ کچھ ہی دیر بعد صحن میں ایسا ادھم مچ جائے گا کہ وہ چاہ کر بھی سو نہیں پائے گی۔ وہ ان ہی سوچوں میں مگن تھی کہ بجلی دغا دے گئی اور اس کا دل چاہا اپنے بال ہی نوچ لے۔

"آپی...... اب تو بستر سے جدائی برداشت کرلیں۔" وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اسو کی آواز آئی۔

"مجھے لگتا ہے تم ہی کوئی جنتر منتر پڑھتی رہتی ہو جو میں ڈھنگ سے سو نہیں پائی۔" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے اسے ہی گھورنے لگی۔

"بالکل سچ کہا، چھٹی کے دن سو کر کیا کرنا ہے، اتنے کام کرنے والے ہیں مل کر کرتے ہیں۔" اس نے جھٹ سے آگے بڑھتے ہوئے اس کو بازو سے تھام لیا اور صحن میں لگے شیشے کے سامنے کھڑا کردیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ اسے شیشے کے سامنے کھڑے کرتے ہوئے ایک پتلا سا آمیزہ اس کے منہ پہ لگانے لگی اور صبح ہی صبح اس آفت پہ وہ بوکھلا گئی۔

"اپنے چہرے کا حال دیکھیں کیا ہوگیا ہے، یہ ملتانی مٹی لگائیں اور پل میں نکھر جائیں۔" اس کی شوخیاں عروج پہ تھیں۔

"تم بھی ناں، بہت تنگ کرنے لگی ہو۔" وہ صحن میں بیٹھ گئی۔

"اب جلدی سے ناشتہ کرلیجیے اس کے بعد ننھی باجی کی طرف جانا ہے۔"

"کس خوشی میں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"کچھ دن پہلے امی کہہ رہی تھیں کہ گھر کا بہت برا حال ہے، چھٹی والے دن دونوں بہنیں چکر لگا لینا۔" اس کا دل چاہا انکار کردے لیکن مروت اور تربیت بھی کچھ معنی رکھتے تھے، کچھ سال پہلے تو وہ بھاگ بھاگ کر ہر کام کردیا کرتی تھی لیکن یہاں تو دنوں میں سب بدل جاتا ہے اور وہ سالوں پہلے کی بات تھی۔

"امی...... آپ بھی چلیں گی ناں ننھی باجی کی طرف؟" اس نے انہیں صحن میں آتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بلکہ سارہ بھی نہیں جائے گی، میں کل سارا کام کر آئی تھی، اب تم اکیلی چلی جانا اور جو تھوڑا بہت ہوا وہ دیکھ لینا۔"

ان کی بات نے جہاں اس کا سارا جوش ختم کیا وہیں سارہ نے سکون کا سانس لیا۔

"اچھا...... آپ نہ جائیں لیکن آپی کو تو جانے دیں۔" اس نے ایک بار پھر اصرار کیا۔

"جب ایک بار کہہ دیا نہیں تو مطلب نہیں۔" اب کے ان کے لہجے میں سختی تھی جو شاذ و نادر ہی آتی تھی۔

وہ منہ بسورتی کمرے میں چلی گئی جب کہ سارہ کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ وہ جان گئی تھی اس انکار کے پیچھے ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ منہ پہ لگی ملتانی مٹی خشک ہوئی تھی۔ وہ اٹھی اور منہ دھونے کے ساتھ ساتھ شیشے میں نظر آتے ان کے عکس کو بھی دیکھتی رہی۔

"وہ بھی کبھار ہی تو کسی بات کی ضد کرتی ہے، میں اس کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔" وہ منہ خشک کرتے ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"مجھے لگتا ہے تمہارا جانا مناسب نہیں۔" ان کے دوٹوک جواب سے واضح ہوگیا کہ کوئی نا کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

"کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں...... کوئی خاص بات نہیں۔" وہ اس کا آج کا دن خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"جب آپ چھپا نہیں سکتیں تو کوشش کیوں کرتی ہیں؟"

اس نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"ننھی باجی رشتے کو کسی منطقی انجام پہ پہنچانے کا کہہ رہی ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"وہ کیوں بار بار ایک ہی بات کا اصرار کیے جاتی ہیں؟"

"اس میں غصہ کرنے والی بات نہیں ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو، ایک عرصہ ہوگیا ہے اس رشتے کی بات ہوئے، ان کا بیٹا اب کمانے لگا ہے، ان کی اپنی حالت ناساز رہتی ہے تو ان کا حق بنتا ہے اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھ سکیں۔"

آج انہوں نے اسے سمجھانے کا بیڑا اٹھالیا تھا۔

"خالہ...... ان دلائل کے باوجود بھی میری طرف سے انکار ہے انہیں اتنی ہی جلدی ہے تو اپنے بیٹے کے لیے کوئی دوسرا رشتہ دیکھ لیں۔" اس کے دل میں کہیں ہلکی سی ٹیس اٹھی لیکن بہت جلد معدوم بھی ہوگئی تھی۔

"تم اپنی ضد میں پاگل پن کی حد کو چھو رہی ہو، ہمارے حالات کیا ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو، وہ لوگ اپنے ہیں، احساس کریں گے اور سب سے بڑی بات تمہاری فکر سے آزاد ہوں گی تو دوسری کے متعلق سوچوں گی۔" وہ بھڑک اٹھیں۔

"اگر آپ حالات کے باعث یہ فیصلہ کررہی ہیں تو بے فکر ہوجائیں، بس یہ کچھ دن ہی ہیں اس کے بعد حالات ایسے نہیں رہیں گے۔" وہ جو بات کرنے کے لیے اتنے دنوں سے سوچ رہی تھی آج موقع محل دیکھ کر کہہ ہی دی۔

"اچھا جی...... کچھ دنوں بعد ہمارے گھر میں خزانہ نکلنے والا ہے یا کوئی راتوں رات ٹرک بھر کے پیسے دے جائے گا۔" ان کا دل چاہا اس کی عقل پہ ماتم کریں۔

"آپ کچھ ایسا ہی سمجھ لیں۔" ان کا رویہ اس کا دل دکھا رہا تھا تب ہی خاموشی اختیار کرلی۔

ایک دم دل میں عجب خیالات نے گھر کرلیا، وہ اتنی مشکلات جن کے لیے اٹھا رہی تھی وہ اسے ایک بوجھ کی طرح اتار پھینکنا چاہتے تھے، اس کا جی چاہا ساری محنت یہیں ختم کردے۔

"دیکھو سارہ، میری زندگی کا کیا بھروسا؟ تم دونوں کو اپنے گھر کا کردوں گی تو دل کو سکون آئے گا، اپنی ذمہ داریوں سے آزاد ہونا کتنی خوشی کا باعث ہوتا ہے یہ ابھی تم نہیں جانتی۔" انہوں نے اپنا نرم ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھا جیسے اس کے اندر چلنے والی جنگ سے وہ بھی آگاہ ہوں۔

وہ جو خیالوں کی ندی میں بہتی کہیں دور نکل رہی تھی کہ یک دم چونکی۔ اسے اپنی سوچ پہ ملامت ہوئی، اس کی نگاہوں کے سامنے دو پونیاں کیے آٹھ سالہ بچی گھوم گئی جو لوگوں کی بھیڑ میں ڈری سہمی بیٹھی تھی اور قریب تھا کہ اسی بھیڑ میں گم ہوجاتی لیکن ایک مہربان ہاتھ نے اسے کندھوں سے تھام لیا تھا، وہی مہربان ہاتھ اس وقت بھی اس کے کندھے پہ تھا۔

"میں بھی اپنی ذمہ داری ہی پوری کرنا چاہتی ہوں، جب تک آپ کے مستقبل کی فکر سے آزاد نہیں ہوجاتی تب تک مجھے اپنے ہر فیصلے سے دور رہنا ہے، مجھے اسو کی پڑھائی مکمل کروانی ہے اور اس کی شادی تک آپ مجھے مجبور نہ کریں۔" اس کے دل میں آئے شک کے بادل چھٹے تو اپنی بات تفصیل سے انہیں بتائی۔

"تم پہلے ہی ہمارے لیے اپنی بہت سی خوشیاں قربان کرچکی ہو، میرا دل چاہتا ہے اب تمہیں اس سب سے آزاد کردوں، اب تم اپنی زندگی جیو۔" ان کی آنکھوں میں نظر آتی نمی ان کے الفاظ کی سچائی کی گواہ تھی۔ اس کا دل چاہا ان کے گلے لگ جائے، ان کے سینے میں آٹھ سالہ سارہ کی طرح چھپ جائے مگر ایک جھجک سی تھی جو ہر بار آڑے آجاتی تھی۔

"ہمارے ہسپتال میں ڈاکٹر مختار ہیں، بہت اچھے انسان ہیں، ان کے جاننے والے کے توسط سے میں نے کام کے لیے سعودیہ کے ویزے کی درخواست دے دی ہے جو کہ آخری مراحل میں ہے، کچھ مہینوں کی بات ہے اس کے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا، آپ کی آدھی فکریں سعودی ریال ختم کردیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بات کا اختتام کیا اور وہ حیران نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ اتنا بڑا فیصلہ کرلیا اور کسی سے ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا، اتنے پیسے کہاں سے آئے؟" وہ چونک کر بولیں۔

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" وہ نادم ہوئی۔ "سارے انتظامات بہت اچھے سے ہوگئے ہیں، رقم کا مسئلہ بھی نہیں ہوا وہ بعد میں ادا کروں گی، مجھے بس آپ کی دعا چاہیے۔" وہ ان کی حالت دیکھ کر خود پہ قابو نہیں رکھ سکی ایک دم ان کے کانپتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں ننھی باجی کو کیا جواب دوں گی؟ سب چھوڑو انصاری

محلہ تو ہمارا جینا حرام کردے گا۔ تمہیں ایسے خیال کہاں سے آجاتے ہیں، جو کام کوئی نہیں کرتا وہ کرنے کے لیے تم کیوں آمادہ ہوجاتی ہو؟" ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کہیں، کیسے اسے سمجھائیں۔

"آپ کو کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں، لوگ کیا سوچتے ہیں، کیا کہتے ہیں اس کی طرف بھی دھیان نہ دیجیے۔ جہاں تک نمی باجی کی بات ہے ان سے بھی میں خود ہی بات کرلوں گی۔" وہ ان کے سر سے بر مشکل اتار رہی تھی لیکن وہ اس وقت اپنے آپ میں کہاں تھیں۔

ان کو یوں گم صم دیکھ کر وہ زیادہ دیر ان کے پاس نہیں بیٹھ سکی۔ وہ جانتی تھی اب کچھ دیر تک وہ اس صدمے میں گم رہیں گی اور کسی سے ایک لفظ تک نہیں کہیں گی۔ وہ عمارہ کو انہیں دیکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندر کی سمت بڑھ گئی تھی۔

❂.....❂.....❂.....❂

گاؤں کی گلیوں کی مہک ہی نرالی تھی، بارش کے چند قطروں سے اٹھنے والی مٹی کی سوندھی خوشبو کسی کو بھی مدہوش کرنے کے لیے کافی تھی۔ دور تک لہلہاتی فصلیں آنکھوں کو خوشگوار تاثر دے رہی تھیں۔ وہ ان ہی خوشگوار نظاروں کو دیکھتا اپنی گلی میں داخل ہوا۔ اسے معلوم تھا اماں کی منتظر آنکھیں دروازے پہ ہی لگی ہوں گی۔ وہ دو ہفتے بعد گھر آیا تھا۔ اپنا بیگ صحن میں بچھی چارپائی پہ رکھتے ہوئے متلاشی نگاہوں سے اماں کو تلاش کرنے لگا اور ہلکی پھلکی کھٹ پٹ سے اسے اندازہ ہوگیا کہ اماں باورچی خانے میں ہیں۔

"تجھے یاد آگئی ماں کی؟" وہ جیسے ہی اماں کے نزدیک آیا ایک شکوہ سماعتوں تک پہنچا تو وہ مسکرانے لگا۔

"کیا ہوگیا ہے اماں؟ تجھے پتا ہے ناں میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا پھر بھی ایسی باتیں کرتی ہے۔" وہ اماں کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"اور تجھے بھی پتا ہے ناں میں تیرے لیے پریشان ہوجاتی ہوں، پورا ہفتہ جان پہ بنی رہی کہ نہ جانے کدھر ہوگا، کیسا ہوگا؟" اماں کے لہجے سے تشویش عیاں تھی۔

"اچھا غصہ چھوڑ اور یہ دیکھ، میں ملتان سے تیرے لیے سوہن حلوہ لایا ہوں۔" اس نے اماں کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی لیکن کوشش ناکام رہی۔

"یہ للّے تللّے میں پیسہ اڑانے کے بجائے میرے سر پہ چڑھا ادھار اتار دے۔ میں مرجاؤں تو سارا گاؤں میرے سر پہ خاک ڈالے گا۔" اس کے ہاتھ میں پکڑا ڈبا دیکھ کر اماں کا پارہ چڑھ گیا۔

"کیاں..... تو اکیلی رہتی ہے پھر بھی تیرا خرچا ختم نہیں ہوتا، جب بھی گھر آؤں ایک یہ ہی بات لے کر بیٹھ جاتی ہے، جب تنخواہ ملے گی سارا ادھار اتار دوں گا۔" وہ جی بھر کے بدمزہ ہوا۔

"ہاں..... ماں پہ الزام لگا دے کہ ماں تمہارا پیسہ اڑا گئی، میرا سارے ہفتے کا اتنا خرچا نہیں جتنا تو ایک دن میں کرکے جاتا ہے، یہ سارا ادھار تو نے چڑھایا ہے اور جب بات کروں تو خاک میرے سر ڈال دیتا ہے۔" اماں کا غصہ اب آپے سے باہر تھا سو وہ خاموشی سے گھر سے نکل گیا، یہاں اس کے دوست بھی اس کے منتظر تھے۔

❂.....❂.....❂.....❂

وہ کمروں کا سارا کام ختم کرچکی تھی، صحن میں جھاڑو لگانے سے پہلے سیڑھیوں کی طرف آئی کہ اچھے سے صفائی کردے گی تو کچھ دن گزر جائیں گے پر آج اس کا کام میں دل نہیں لگ رہا تھا اگر جو اس نے سارہ کی باتیں نہ سنی ہوتیں تو جلدی جلدی سارا کام ختم کرکے عباس سے فرمائش کررہی ہوتی۔

"عمارہ..... کیا ہوا، ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" وہ نہ جانے کب اس کے پیچھے آ کھڑے ہوئے تھے۔

"کچھ نہیں، بس ایسے ہی بیٹھ گئی۔"

"ایک تو مجھے امی کی سمجھ میں نہیں آتی نہ جانے کیوں تمہیں بلوا لیتی ہیں، اپنے گھر کا دیکھو پھر ہمارے گھر کا بھی، ایسے میں تھکن لازمی بات ہے۔" وہ نہ جانے کیوں غصے ہوگئے۔

"نہیں عباد بھائی، ایسی بات نہیں ہے، نمی باجی نے نہیں بلایا بلکہ امی نے بھیجا تھا۔" وہ جلدی سے بولی مبادا کوئی بات نہ ہوجائے۔

"چچی جان بھی ناں، تم رکھو یہ جھاڑو اور میرے ساتھ چلو۔" وہ اسے بازو سے پکڑتا نیچے لایا۔

"اچھا..... میں نے رکھ دی جھاڑو اور میں کام بھی نہیں کرتی۔" ان کے گھر جانے کا سن کر وہ بوکھلائی، آپی کی باتوں سے امی کی حالت ایسی نہیں رہی تھی کہ عباد بھائی کا جانا مناسب ہوتا۔

"چلو پھر..... تمہیں کاموں سے آزاد کرواتا ہوں۔" وہ اب بھی اسے دیکھ رہے تھے کہ وہ اترے تو اس کے پیچھے پیچھے وہ

Scanned with CamScanner

بھی آئیں۔

"میں کہہ رہی ہوں ناں کہ میں کوئی کام نہیں کروں گی لیکن ابھی آپ ہمارے گھر نہ جائیں۔" اسے سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ انہیں کیسے روکے۔

"کیا ہوا...... سب خیریت ہے ناں؟" وہ ایک دم پریشان ہوئے۔

"میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی، اس لیے مجھ سے نا پوچھیں۔" نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ اس سے پہلے کہ چہرہ بھیگ جاتا وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی۔

وہ تو نم آنکھیں لیے چلی گئی جبکہ پیچھے کھڑا شخص عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔ یہاں رہ کے بھی سکون نہیں تھا اور جانے کے حالات بھی نہیں تھے۔

⁂

وہ نہا کر نکلی تو صحن خالی نظر آیا۔ عمارہ یقیناً ننھی باجی کی طرف گئی ہوئی تھی اور خالہ تنہائی میں بیٹھی اس کی باتوں کا غم کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں گی۔ اسے معلوم تھا وہ جب بھی انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرے گی ان کا ردعمل ایسا ہی ہوگا۔ محلے کی باتیں، خاندان والوں کا خوف، ننھی باجی کے طعنے اور ایک ٹوٹے ہوئے رشتے کے مزید ٹوٹنے کا ڈر...... نہ جانے کون کون سی بیڑی اس کے پیروں میں باندھنے کی کوشش کریں گی۔ وہ ایسی ہی تھیں یا شاید دنیا میں رہنے والے آدھے لوگ ایسے ہی تھے۔ ان کہی، ان سنی باتوں کے ڈر سے اپنی زندگیوں کو محدود کر لینے والے۔

وہ انہیں ڈھونڈنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے کچن کی جانب آئی کیونکہ وہ انہیں ان کی سوچوں کے ساتھ آزاد چھوڑ دینا چاہتی تھیں۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو اس کے ہاتھ لحہ بھر کو تھمے، عمارہ کی واپسی کے خیال کے تحت وہ شربت کا جگ اور گلاس ٹرے میں رکھتے ہوئے کمرے کی جانب آئی۔ وہ ننھی باجی کے گھر سے آکر ریڈیو کی طرح شروع ہو جاتی تھیں لیکن آج اس کی خاموشی خلاف معمول تھی۔

"یہ چڑیا تو بڑی چہکتی ہوئی گئی تھی پھر واپسی پہ اتنی خاموشی کیوں؟" وہ شربت کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کی خاموشی کا سبب پوچھ رہی تھی۔

اس نے گلاس پکڑا اور نا ہی رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔ عمارہ کا یہ انداز کافی حیران کن تھا۔ وہ بھلا اس سے کب ایسا روا رکھتی تھی۔

"امو...... کیا ہوا؟" اس نے گلاس ایک طرف رکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی جانب کیا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے آنسو پل بھر میں چہرہ بھگو گئے اور اسے اس کے یہ آنسو اپنے دل پہ گرتے محسوس ہوئے۔

"تم رو رہی ہو؟" وہ شدید حیران ہوئی کہ چند لمحوں میں ایسا کیا ہو گیا۔ "دیکھو جلدی سے بتاؤ کیا ہوا...... کیوں پریشان کر رہی ہو؟"

"آپ کو کیا فرق پڑتا ہے کوئی آپ کی وجہ سے پریشان ہو یا دکھی ہو؟ آپ کو تو بس اپنے من کی کرنی ہے۔" وہ بولی تو اتنا کرخت کہ چند لمحے کے لیے اسے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔

"ایسی بات نہیں ہے، تم میرے متعلق ایسا کب سے سوچنے لگیں؟" وہ آگے بڑھتے ہوئے پیار سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی، اس کی بدگمانی سے زیادہ آنسو تکلیف دہ تھے۔

"سب ٹھیک کہتے تھے بس مجھے سمجھنے میں دیر لگی۔" اس نے جھٹکے سے اپنا چہرہ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کروایا۔

"کیا ٹھیک کہتے تھے اور کیا سمجھنے میں دیر ہوگئی؟" وہ حیرانی سے اس کے بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو صرف اپنے فیصلے عزیز ہیں، اپنے جذبات کا خیال ہے اور اپنی من مانی کرنے کے لیے ہر حد سے گزر جاتی ہیں چاہے اس کے لیے کسی کے دل پہ پاؤں رکھ کر کیوں نا گزرنا پڑے۔" اس کی باتوں کے ساتھ ساتھ آنسوؤں میں بھی شدت آگئی تھی۔

"تم پہلے تو ایسا نہیں سوچتی تھیں بلکہ مجھ سے اس طرح سے بات بھی نہیں کرتی تھی۔" اس کے وجود میں کچھ بہت بری طرح ٹوٹا تھا۔

"کیونکہ پہلے مجھے آپ کی اصلیت پتا نہیں تھی۔"

"اور آج یہ اصلیت کس نے بتائی؟" اس کے سوال نے عمارہ کو خاموش کرا دیا۔

"چند لمحے پہلے تو تم ٹھیک تھیں، میری حقیقت بھی تمہیں پتا نہیں تھی، میرے متعلق ایسے نادر خیالات تو ہمسائیوں کے ہیں تو کیا یہ نفرت بھرا سرٹیفکیٹ وہاں سے لائی ہو؟" عمارہ کی خاموشی نے اس کے وجود میں ببول اگا دیے تھے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"ایسا کچھ نہیں ہے، مجھے وہاں کسی نے کچھ نہیں کہا۔" بہت دیر بعد چھوٹی سی وضاحت آئی اور تب تک وہ ٹوٹ کر خود کو جوڑ بھی چکی تھی۔

"میں سب سمجھ چکی ہوں، وہ انسان میرے سامنے کچھ بول نہیں سکتا تو تمہیں مہرہ بنا کر بھیجا ہے، میرا خون ہی میرے مقابل کھڑا کر رہا ہے، اس نے چال تو اچھی چلی لیکن بھول گیا اب میں وہ سارہ نہیں جو اس کی نظر سے دنیا دیکھتی تھی بلکہ اب تو ایسی کئی خفیہ سازشیں دن میں میری منتظر رہتی ہیں۔" وہ ایک فیصلہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟" چند لمحے لگے اسے جاننے میں کہ اس نے بہت بڑی بے وقوفی کر دی، سب کچھ بہتر کرنے کی کوشش میں سب کچھ بگاڑ دیا تھا۔

"اس ڈرامے کا دی اینڈ کرآؤں۔" اس نے دوپٹا ٹھیک کیا اور باہر کا رخ کیا۔

"آپی...... ایسا مت کریں، سب کچھ خراب ہو جائے گا۔" **وہ عجلت میں اس کے پیچھے لپکی۔**

"سب خراب ہو چکا ہے۔" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"آپی...... آپ کی قسم مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا، ایک بار میری بات سن لیں۔" وہ دیوانہ وار اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" عالیہ بیگم حواس باختہ صحن میں آئیں اور سامنے کا منظر ان کو حیران کر گیا۔

"امی...... آپی کو روکیں، انہیں کہیں ایک بار میری بات سن لیں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑے بھیگی لہجے میں ماں سے کہہ رہی تھی۔ سارہ کے چہرے سے چھلکتا غصہ اور عمارہ کا روتا چہرہ، منت کرتا انداز سب ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ اسے روک پا رہی تھیں اور نا عمارہ کو چپ کروا رہی تھیں۔

"اللہ کے واسطے مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے؟" وہ سر پکڑے وہیں سیڑھی پہ بیٹھ گئیں شاید سر چکرا رہا تھا۔

"یہ جسے آپ اپنی پیاری سی باجی کے گھر خدمت کرنے بھیجتی ہیں وہ لوگ اس کے ذہن میں میرے خلاف زہر بھر رہے ہیں۔ انہوں نے اسے آج میری اصلیت بتائی ہے۔" اس کے الفاظ جتنے تلخ تھے انداز اتنا ہی ساکت تھا۔

"میں نہیں مانتی وہاں کوئی ایسا کہہ سکتا ہے۔" وہ گھبراتے دل سے بھی اس کی بات ماننے سے انکاری ہوئیں۔

"اچھا تو پھر پوچھیے اس سے...... کس نے کہا کہ میں خود غرض ہوں، لوگوں کے دل اپنے پاؤں تلے کچل دیتی ہوں، کون اس طرح کی باتیں سکھا رہا ہے؟" اب اس کی آواز قدرے بلند ہوئی۔

"مجھے کوئی کچھ نہیں سکھا رہا آپی، میں نے صرف عباد بھائی کو پریشان دیکھا تھا اور ان کی ایسی حالت پہ مجھے افسوس ہوا تو بس وہ سب منہ سے نکل گیا۔" اس نے رونا چھوڑ کر جلدی سے وضاحت دی۔

"یہ دیکھ لیں اب بھی ان پہ پردے ڈال رہی ہے۔" وہ اس کے جواب سے بالکل مطمئن نہیں ہوئی اور داخلی دروازہ پار کر گئی۔

"امی...... یہ غلط ہو جائے گا۔" وہ ایک بار پھر روتے ہوئے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"امو...... پانی دینا۔" انہوں نے سینہ مسلتے، کراہتی آواز سے اسے مخاطب کیا۔

"امی...... کیا ہوا؟ ایک منٹ میں پانی لائی۔" وہ دیوانہ وار پانی لینے بھاگی تھی۔

چھت کی منڈیر سے ٹیک لگائے وہ اپنی ہی سوچوں میں گمن تھا۔ زوال کا وقت قریب تھا اور اس وقت قریبی چھتوں پہ لوگ نہ ہونے کے برابر تھے سو وہ اطمینان سے سورج کی تپش بھلائے کچھ فاصلے پہ نظر آتے دربار اور اس کے احاطے میں لگے برگد کے پیڑ کو دیکھ رہا تھا۔ اس احاطے سے اس کے بچپن کی کتنی ہی یادیں منسوب تھیں۔ اماں ہر جمعرات کو وہاں نیاز بانٹنے جاتیں اور وہ دونوں ان کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ ان دونوں میں سب سے زیادہ نیاز بانٹنے کا مقابلہ نہ جانے کب سے شروع ہوا تھا لیکن وہ دونوں بہت اہتمام سے یہ کام کیا کرتے تھے، کچھ عرصے بعد چچی نے اس کا دربار میں جانا بند کر دیا تو اس نے بھی وہاں جانا چھوڑ دیا۔ اماں ساتھ چلنے کے لیے کتنی منتیں کرتیں، کتنے لالچ دیتیں لیکن وہ ساتھ جانے پہ رضا مند نہ ہوتا۔ دربار کے بعد انہوں نے نئی مصروفیت ڈھونڈی اور گلی میں کرکٹ کھیلنا شروع کر دیا لیکن یہ مشغلہ بھی زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ ان کے کھیلنے کی خواہش کے درمیان ہمسائیوں کی کھڑکیاں آنے لگی تھیں۔ بچپن کے کھیلتے کودتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دن مٹھی میں بندریت سے پھسل گئے۔ وہ پرانی یادوں کے حصار میں نہ جانے کب تک قید رہتا کہ کسی کی تیز رفتاری سے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز نے اسے چونکایا۔ اس نے الجھ کر سیڑھیوں کی جانب دیکھا کہ آخر کون بلائے ناگہانی آفت کی طرح چلا آرہا ہے۔ ریشمی بالوں کی اوٹ سے نکلتا چہرہ دیکھ کر وہ کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوسکا کیونکہ آنے والی کے تاثرات غضب ناک تھے۔

"کیا ہوا سارہ سب خیریت ہے؟" وہ دیوار سے ہٹتا ہوا اس کی جانب آیا جو ایک پاؤں چھت پہ اور دوسرا سیڑھیوں پہ رکھے تلخ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ تو میں تم سے پوچھنے آئی ہوں۔" اس کا لہجہ حد درجہ کڑوا تھا۔

"کیا پوچھنے آئی ہو؟" وہ انداز سمجھ رہا تھا لیکن سوال تک رسائی نہ تھی۔

"تم اپنی اور میری کہانی میں عمارہ کو کیوں گھسیٹ رہے ہو؟" سوال نہیں چابک تھا جو مقابل نے شدت سے اپنے وجود پہ پڑتا محسوس کیا۔

"میں ایسا کروں گا...... تم یہ سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟" اس کی حیرانی کے پیچھے کوئی موہوم سی امید تھی۔

"میں تو بہت کچھ نہیں سوچ سکتی تھی لیکن تم وہ سب کرکے دکھا رہے ہو۔"

"مثلاً......؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تمہارا کردار میری زندگی میں اس دن ختم ہوگیا تھا عباد جب تم نے میرے فیصلے کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کی تھیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ سب میری خواہش نہیں ضرورت تھی، خیر مجھے پرانی باتیں نہیں دہرانی بلکہ میں صرف تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ اپنی اماں جان کو بتا دو میری طرف سے تمہارے لیے انکار ہے اور وہ اس سلسلے میں خالہ کو مجبور مت کریں۔ تمہارے لیے بھی بہتر ہوگا کہ تم اپنی خواہش کی عمارت عمارہ کے ذریعے کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرو۔" وہ بولتے ہوئے بھول رہی تھی کہ مقابل کو اس نے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

"تم ہمیشہ سے اتنی بدگمان ہو یا ان چند سالوں کی نوازش ہے؟" امید ٹوٹ چکی تھی لیکن بھرم رہ جانے کی خواہش شدید تھی۔

اس کی دھیمی آواز پہ سارہ نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ شخص بھی اس کی خواہش تھا اور خواہشوں کو خود سے دور دھکیلنے والی وہ شاید پہلی انسان تھی۔ اس کا پرملال چہرہ دیکھ کر دل میں دھواں سا ابھرنے لگا، چند لمحے کے لیے اس کا ہاتھ تھام لینے کی خواہش نے وجود میں انگڑائی لی لیکن اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی خواہش کا گلا دبا دیا تھا۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا امید ہے سمجھ گئے ہوں گے آپ۔"

"کاش...... کچھ تم بھی سمجھ لیتیں۔" وہ صرف بڑبڑا کے رہ گیا۔

وہ جس طرح آئی تھی جاتے ہوئے ویسی ہی تلخ نگاہیں اس کے وجود سے لپٹ گئی اور اس کا دل نہ جانے کیوں یہ ملاقات آخری ہونے کی نوید سنا رہا تھا۔ وہ اپنے گھبراتے ہوئے دل کی دہائیاں نظرانداز کرتا ہوا نیچے آیا۔ ایک عرصہ جس کی خواہش کی تھی وہ سب خواہشیں لپیٹ کر اس کے منہ پہ مار گئی **لیکن پھر بھی وہ اسے موردِ الزام نہیں ٹھہرا پایا تھا اسے سب قصور** اپنے ہی لگ رہے تھے۔

"عباد...... کیا ہوا؟" اس کے گھر سے باہر جاتے ہی، امی کی آواز نے اسے روک لیا۔

"کیا مطلب امی، کیا ہوا ہے؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ سارہ کو میں نے چھت پہ جاتے دیکھا سالوں بعد اس کے آنے کی خوشی بھی پوری محسوس نہیں ہوئی کہ تن فن کرتی چلی بھی گئی، نہ کوئی سلام نہ دعا...... یہ لڑکی عجیب ہی ہے۔" وہ گہری نگاہوں سے بیٹے کا چہرہ جانچ رہی تھیں۔

"کچھ نہیں امی...... بات کرنے آئی تھی۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے واپس بستر کی جانب لے گیا۔ اس کی چھوٹی سی حرکت ان کی طبیعت خراب کرسکتی تھی یہ بات وہ جانتا تھا۔

"میں نے عالیہ سے بات کی تھی کہ اب سالوں کی منگنی کو مزید لٹکانا ٹھیک نہیں، مجھے لگا یہ اسی متعلق تم سے بات کرنے آئی ہوگی لیکن تمہارا چہرہ تو کوئی اور داستان سنا رہا ہے۔" وہ اتنا چلنے سے ہی ہانپ گئیں اور اب ٹکڑوں میں اپنی بات مکمل کی تھی۔

"امی...... اب آپ اس سلسلے میں ان سے کوئی بات نہ

okLibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کیجیے گا۔" وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن خود کو روک بھی نہیں پایا۔

"دیکھا...... مجھے لگ رہا تھا ضرور کوئی بات ہے ورنہ سارہ کے نام پہ تیرا چہرہ ایسا مرجھایا ہوا نہیں ہوتا اور نا آج تک تو نے ایسی بات کی۔" اپنے اندازے کے درست ہونے پہ انہیں افسوس ہوا۔

"امی...... میں باہر جارہا ہوں کوئی کام ہو تو فون کر لیجیے گا۔" اس نے ایک نظر ان کے پاس رکھے موبائل پہ ڈالی جس کی بیٹری فل تھی اور کمرے سے نکل گیا۔ انہوں نے اسے روکنا مناسب نہیں سمجھا لیکن معاملہ کیا تھا یہ بات انہیں سکون لینے نہیں دے رہی تھی۔

* * *

وہ پیپل کی چھاؤں میں بچھی بان کی چارپائی پہ آڑھا ترچھا لیٹا تھا، کبھی لگاہوں کا رخ آسمان کی وسعتوں کی جانب ہو جاتی اور کبھی زمین پہ رینگتے حشرات کو دیکھ کر وقت گزاری کی جاتی۔ فراغت کے باعث وقت گزرنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور شہر کی رونقوں کے بعد گاؤں کی زندگی کیسی قیدی سی محسوس ہوتی ہے۔

"کب تک یونہی منجیاں توڑتا رہے گا؟ کوئی ہاتھ پیر ہلا لے۔" اس کی سوچوں کی لمبی تان اماں کی کڑک آواز نے لمحے میں توڑ دی۔

"اماں...... تجھے میرا سکون ایک آنکھ نہیں بھاتا۔" وہ منہ بسورتا اٹھ بیٹھا۔

"تیرے سکون کا تو خود دشمن بنا ہوا ہے، یہ جوانی کے چار دن ہیں، کما کے کچھ جمع کر لے تاکہ تیرا بھی کچھ سوچا جاسکے، تجھے کسی کے پلے باندھ دوں گی تو سکون سے جان نکل جائے گی۔" ہاتھ والے پنکھے سے ہوا لیتے ہوئے گرمی کا زور کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تو کہیں نہیں جاتی اماں فکر نہ کر......" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تیرے ساتھ کے جتنے منڈے ہیں سب کے ویاہ ہو گئے یا ہونے والے ہیں۔ ایک تو ہی ہے جو چھڑا چھانٹ گھوم رہا ہے۔ میں نصیبن کو کہنے والی ہوں تیرے لیے بھی کوئی لڑکی ڈھونڈے۔" اماں کا انداز فیصلہ کن تھا۔

"او اماں...... بس کر دے، یہ دیکھ میرے ہاتھ اور اپنی نصیبن کو مجھ سے دور رکھ، تم دونوں ڈھونڈ لو گی وہی شرماتی لجاتی، کڑھائیاں کر کے آنکھیں پھوڑنے والی لڑکی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر ایسے انکار کیا کہ اماں نے دوپٹا حیرت سے منہ پہ رکھ لیا۔

"اچھا...... پھر تو وہ چوہدری بتا دے جو تجھے اپنی لڑکی دینے کو تیار بیٹھا ہے۔" اماں کو جواب دینے میں چند لمحے لگے۔

"اماں تو جتنے مرضی طعنے مار لے لیکن لڑکی میں اپنی پسند کی لاؤں گا، مجھے شہری لڑکی چاہیے جو دنیا کی دوڑ میں میرے ساتھ چل سکے۔" اماں کی باتیں اس کے مزاج پہ ناگوار گزری تھیں، تب ہی وہ چپل اڑستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پہلے خود تو دنیا کے ساتھ دوڑ لے، اللہ اللہ کر کے یہ نوکری ملی تھی اس پہ بھی لات مار آیا، لاٹ صاحب سے باتیں کروالو اور کڑی لائے گا شہر سے...... ہونہہ۔" اماں اس کے جانے کے بعد چارپائی پہ دوپٹے سے منہ ڈھک کر لیٹ گئیں۔

* * *

دن پہ دن گزر رہے تھے، گھر میں عجیب سی خاموشی تھی جس نے ہر وجود کو اپنے سحر میں لے رکھا تھا۔ روزمرہ کے سب کام ہو رہے تھے لیکن سب ایک خول میں بند ہو چکے تھے۔ ان ہی بے کیف دنوں میں اس کا وجود پرسکون تالاب میں پتھر کی طرح آیا تھا۔ وہ ان کہی باتیں، شکوے اور خوف جو دلوں میں اودھم مچائے ہوئے تھے ایک دم سے چہروں پہ جھلکنے لگے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر ہاتھ میں کاغذات لیے خاموش بیٹھی رہی۔ اس سفر میں سود و زیاں کا حساب زیادہ نہیں تھا کیونکہ اس نے صرف کھویا تھا پانے والا خانہ خالی تھا۔ چھوٹی سی عمر میں گھر سے نکلی، حلال کام تھا لیکن اس کے کردار پہ کئی چھینٹے پڑے، دنیا کی نظروں میں وہ ایک پراعتماد لڑکی تھی لیکن اس کے وجود میں آج بھی کہیں معصومیت، لڑکپن اور خواہشات اپنا رونا رو رہی تھیں۔ اس کا نیا سفر بھی تو مشکلوں سے بھرپور تھا، پردیس کی زندگی اور کہانیوں سے کون واقف نہیں، اس کا یہ فیصلہ سالوں کا برائے نام رشتہ بھی اس سے دور کر گیا جس کو بچانے کی معصوم سی خواہش آج بھی طاق دل پہ کسی چراغ کی طرح جل رہی تھی۔

"آپی......" عمارہ نہ جانے کس لمحے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں بولو۔" نہ جانے کتنے دنوں بعد اس کے لہجے میں پہلے والی اپنائیت تھی۔

"آپ واقعی چلی جاؤ گی؟" اس کا بھیگا لہجہ اداسی کو مزید بڑھا گیا۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

"ہاں...... جانا ضروری ہے ناں، دیکھو ناں کتنے کام کرنے ہیں، گھر ٹھیک کرنا ہے کیونکہ یہ اب زیادہ برساتیں برداشت نہیں کرسکے گا، تمہیں زیادہ پڑھانا ہے تاکہ تم اسی ملک میں کسی مقام پہ پہنچ جاؤ اور پھر تمہاری شادی بھی تو کرنی ہے ناں۔" اس نے کاغذات ایک طرف رکھتے ہوئے چہرہ اس کی جانب کیا جو کسی بھی لمحے رو دینے والی تھی۔

"آپی...... میں آپ جتنی بہادر نہیں ہوں' امی بیمار رہتی ہیں اور باہر کے سب کام جو آپ دیکھتی تھیں میں نہیں کرپاؤں گی۔" وہ نم لہجے میں بے بسی سے بولی۔

"تم بہت بہادر ہو بس تمہیں احساس نہیں ہے، باقی کوئی بھی مشکل ہو ہمسائیوں کی طرف چلی جانا، ویسے بھی وہ تمہارے اچھے بھائی جان ہیں۔" بات کے اختتام پہ وہ مسکرائی لیکن عمارہ کے آنسو رکنے میں نہ آرہے تھے۔

"ارے پاگل رو کیوں رہی ہو؟" اس نے بے بسی سے اسے روتے ہوئے دیکھا۔

"مجھے پتا ہے آپ یہ سب صرف ہمارے لیے کررہی ہیں، آپ باہر جانے کا نہ سوچتیں تو آج عباد بھائی اور آپ کا رشتہ نہیں ٹوٹتا۔" وہ اس کے درد کو محسوس کرکے رو رہی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں، فضول باتیں مت سوچو، یہ رشتہ تو بہت پہلے ختم ہوگیا تھا۔" اس نے عمارہ کو تسلی دیتے ہوئے اپنے ساتھ لگالیا، اس کا کندھا آنسوؤں سے تر ہوگیا تھا۔

"پہلے بھی جو ہوا اس کی وجہ امی کی بیماری تھی ناں...... جہاں سے بھی آئیں سارا قصور ہمارا ہے۔" وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"عمارہ...... تم مجھے تکلیف دے رہی ہو۔" وہ مکمل اس کی جانب مڑگئی۔

"تم اس کی فکر مت کرو، بچی ہے وقت کے ساتھ بہل جائے گی۔" وہ نہ جانے کب ان دونوں کے پیچھے آکھڑی ہوئی تھیں۔ وہ اثبات میں سر ہلا کے رہ گئی۔ خاموشی بہت آہستہ سے ان کے درمیان آٹھہری تھی۔

"آپ کو دکان کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں نے انجمن تاجران میں درخواست دی تھی انہوں نے دکان دار پہ خوب دباؤ ڈالا ہے، وہ چند دنوں تک سارا کرایہ دے جائے گا۔" اسے ایک دم ان کی پریشانی یاد آئی تو ان کی فکر دور کرنے کے لیے تفصیل بتائی۔

"سارہ...... تم نے میری کوکھ سے جنم نہیں لیا لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی تمہیں عمارہ سے کم نہیں سمجھا۔ دنیا مجھ پہ جو بھی الزام لگائے لیکن مجھے یہ اطمینان رہا کہ میں نے کبھی تمہارے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک نہیں کیا لیکن اب میرا یہ اطمینان ڈول رہا ہے کہ تم اپنی سب خوشیوں سے ہمارے لیے منہ موڑ رہی ہو، یہ کٹھنائیوں بھرا راستہ تم میرے احسانوں کا بدلہ اتارنے کے لیے اختیار کررہی ہو۔" ان کے الفاظ اس کے دل کو زخمی کرگئے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ بھی عمارہ کی طرح کیسی کیسی باتیں سوچنے لگی ہیں۔" وہ جواب تک جی کڑا کیے بیٹھی تھی اس لمحے آنکھوں میں آنسو آنے سے نہیں روک پائی۔

"تو پھر اپنی ضد چھوڑ دو، دیکھو ایک خوب صورت زندگی تمہاری منتظر ہے، ایک بے وجہ کی ناراضی اور اس کمبخت انا کے پیچھے عباد جیسا لڑکا مت گنواؤ۔ تمہاری زندگی پرسکون ہوگی تو مجھے عمارہ کی فکر نہیں کھائے گی کیونکہ تم اسے سنبھال لوگی۔" وہ اسے ہر طرح سے اس فیصلے سے منع کرنا چاہتی تھیں۔

"اب تو بہت دیر ہوگئی ہے لیکن آپ سے وعدہ کرتی ہوں جیسے ہی چند ضروری کام ہوگئے میں واپس آجاؤں گی۔" اس نے انہیں تسلی دی تھی۔

آکسی شام کسی یاد کی دہلیز پہ آ
عمر گزری تجھے دیکھے ہوئے، بھلائے ہوئے
یاد ہے؟
ہم تجھے دل مانتے تھے
اپنے سینے میں مچلتا ہوا ضدی بچہ
تیرے ہر ناز کو انگلی سے پکڑ کر اکثر
نت نئے خواب کے بازار میں لے آتے تھے
تیرے ہر نخرے کی فرمائش پر
ایک جیون کو تمناؤں کی بینائی سے ہم دیکھتے تھکتے ہی نہ تھے
سوچتے تھے
ایک چھوٹا سا نیا گھر
نیا ماحول
محبت کی فضا
ہم دونوں

pklibrary.com

اور کسی بات پہ نیکیوں سے لڑائی اپنی
پھر لڑائی میں کبھی ہنستے ہوئے رو پڑنا
اور کبھی روتے ہوئے ہنس پڑنا
اور تھک ہار کر معصوم خوشی بخش خیال یاد ہے؟
ہم تجھے سکھ جانتے تھے
رات ہنس پڑتی تھی بے ساختہ درشن سے تیرے
دن تری دوری سے رو پڑتا تھا
یاد ہے؟
ہم تجھے جاں کہتے تھے
تیری خاموشی سے ہم مرجاتے
تیری آواز سے جی اٹھتے تھے
تجھ کو چھو لینے سے اک زندگی آجاتی تھی شریانوں میں
تھام لینے سے کوئی شہر سا بس جاتا تھا ویرانوں میں
یاد ہے؟
ہم تجھے ملنے کے لیے
وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے
یاد ہے؟
ہم تجھے بھگوان سمجھتے تھے مگر کفر سے ڈر جاتے تھے
تیرے چھن جانے کا ڈر ٹھیک سے رکھتا تھا مسلماں ہمیں
آ کسی شام کسی یاد کی دہلیز پہ آ
تیرے بھولے ہوئے رستوں پہ لیے پھرتا ہے ایماں ہمیں
اور کہتا ہے کہ پہچان ہمیں
یاد ہے؟
ہم تجھے ایمان کہا کرتے تھے

سالوں کی مسافت خیالوں کے سمندر پہ طے ہوئی، وجود میں اٹھنے والا طوفان اسے بے حال کر گیا تھا۔

"عباد اور عمارہ..... عمارہ اور عباد۔" ایسا اس نے کب سوچا تھا۔

"میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تو یہ میری غلطی ہے ناں، وہ کیوں اپنی زندگی روک دیتا، اس نے آگے بڑھنا تھا ناں چاہے ہم قدم عمارہ ہی ہو۔" وہ دل ہی دل میں حساب کتاب کرنے میں مصروف تھی۔

"تمھیں کیا ہوا؟" نازیہ نہا کر کمرے میں آئی تو اس کا پیلا ہوتا چہرہ دیکھ کر چونکی۔

"کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہوا ہے، تم نہ بتانا چاہو تو الگ بات ہے۔"

"ہماری زندگی بھی کتنی عجیب ہے ناں..... کتنے ارمانوں سے یہاں آتے ہیں اور پھر پیسہ پاؤں کی بیڑی بن کر ہمیں باندھ لیتا ہے۔ یہاں غلاموں سی زندگی گزارو، دن رات ڈبل ڈبل شفٹوں میں کام کرو اور ذرا سی غلطی پہ اجنبی کہہ کر دھتکار دیا جاتا ہے، سالوں محنت کر لو لیکن حاصل کچھ نہیں..... ویسے ہی خالی ہاتھ، نامراد واپس لوٹ جانا ہوتا ہے۔" وہ خالی نگاہوں سے چھت کو دیکھتے ہوئے عجیب بے ربط باتیں کر رہی تھی۔

"تمھیں پھر وہی دورہ پڑ گیا، ویسے مجھے شکر کے درس دیتی ہو اور اس وقت سب سے بڑی ناشکری مجھے تم لگ رہی ہو، اتنے سالوں میں تم نے گھر بنا لیا، بہن کو اچھی یونیورسٹی میں پڑھایا کہ اب وہ بینک میں جاب کر رہی ہے، اس کی شادی کے لیے اچھا خاصا سامان اکٹھا کر چکی ہو اس کے بعد بھی تمہارے شکوے ختم نہیں ہوئے، مجھے دیکھو جو سالوں کی محنت کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہیں آیا، جو بھیجتی ہوں اڑا دیتے ہیں اور میں یہاں ان کے لیے اپنے خوب صورت دن ضائع کر رہی ہوں۔" نازیہ کے اپنے ہی رونے تھے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے۔

"اب تمہاری شادی ہونے والی ہے ناں، تم سب غم بھول جاؤ گی۔" اسے اپنا غم بھول کر اسے تسلی دینی پڑی۔

"تم بھی اپنا کچھ سوچو اور شادی کر لو ورنہ پاگل ہو جاؤ گی۔" نازیہ کے خیال میں وہ آدھی پاگل ہو چکی تھی۔

"عمارہ کے لیے رشتہ آیا ہے۔" دل بوجھ سے پھٹنے والا تھا ایسے میں ایک وہی تھی جس سے وہ کچھ کہہ سکتی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا تمہارا مسئلہ حل ہو گیا ہے، اب خالہ کو کہو بہن کے ساتھ ساتھ تمہارا بھی کچھ سوچیں۔"

"عباد کا رشتہ آیا ہے۔" کمرے میں کئی لمحے خاموشی چھائی رہی جیسے کہنے کو کچھ باقی نہ ہو۔

"تم اس کی مٹھی میں امید کا کوئی جگنو پکڑا کے نہیں آئی تھیں، وہ کس آس پہ تمہارا انتظار کرتا بلکہ اتنے سال جو وہ ایک مقام پہ رکا رہا وہ بھی تم خود پہ قرض سمجھو۔" اس کی بات بہت تلخ تھی، حقیقت تلخ ہی ہوتی ہے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے، لائٹ آف کر دو۔"

"ہاں، تمھیں سو ہی جانا چاہیے، آنکھیں بند کر لینا خود اذیتی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

سے بہتر ہے۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

اولیاء کرام کی سرزمین ملتان پہ سورج کا پارہ چڑھا ہوا تھا۔ زمین بھٹی کی مانند دہک رہی تھی۔ حبس اور تپش کا یہ عالم کہ چرند پرند بھی چھاؤں کی تلاش میں ہلکان ہو رہے تھے۔ اس قہر کی گرمی میں وہ جلے پاؤں کی بلی بنے صحن میں گھوم رہی تھی۔ اپنی کیفیت وہ خود نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

"اس آگ جیسی گرمی میں باہر کیا کر رہی ہو؟" وہ کتنی ہی دیر اس کا انتظار کرنے کے بعد باہر آئیں تو اسے یوں دیکھ کر حیران ہوئیں۔

"جتنی آگ میرے اندر لگی ہے اس سے تو یہ آگ کم ہی ہوگی۔" انہیں دیکھے بنا وہ بولی لیکن چکر کاٹنا نہیں چھوڑے۔

"گرمی دماغ کو چڑھ گئی تو بیمار ہو جاؤ گی چپ کر کے اندر آجاؤ۔" وہ اس کی باتوں کا پس منظر جانتی تھیں لیکن ابھی بحث نہیں کرنا چاہ رہی تھیں۔

"آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟" وہ جو واپس کمرے کی جانب مڑی تھیں اس کے سوال نے قدم روک لیے۔

"کوئی انہونی نہیں ہوئی لیکن تم ضرورت سے زیادہ ردعمل دے رہی ہو۔" ابھی وہ خود کو نہیں سنبھال پائی تھیں تو اسے کیا مطمئن کرتیں۔

"امی..... ایک عرصہ وہ دونوں ایک دوسرے سے منسوب رہے ہیں، میں نے ان کی آنکھوں میں آپی کی محبت دیکھی ہے اور اب کیسے اس شخص کے ساتھ بندھن باندھ لوں جو سالوں سے میری بہن کو دل میں بسائے ہوئے ہے؟" اسے لگ رہا تھا وہ پاگل ہو جائے گی۔

"سب سے مضبوط بندھن نکاح کا ہوتا ہے، باقی سارے رشتے فضول اور بے معنی ہوتے ہیں، ابھی تمہارے سامنے سارہ سے بات ہوئی ہے اسے کوئی اعتراض نہیں تو تم کیوں بلاوجہ تماشا بنا رہی ہو۔" انہیں اب غصہ آیا۔

"جب آپ کو یہ بات کرنے سے پہلے احساس نہیں ہوا تو وہ کیوں اور کیسے منع کر سکتی ہے، ان دونوں کا رشتہ صرف ہماری وجہ سے نہیں ہو پایا اور آپ اسی رشتے کی قبر پہ میرا مزار کیوں بنا رہی ہیں؟" اس کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

"اللہ کا نام لو کیسی اول فول باتیں کر رہی ہو، تم جانتی ہو میں نے تم دونوں کو کبھی خود سے الگ نہیں سمجھا پھر ایسی بے تکی باتیں کر کے کیوں مجھے تکلیف پہنچا رہی ہو؟"

"امی میں ان کے بے نام سے رشتے کی گواہ رہی ہوں، سب ہو جانے کے بعد میں ان سے نگاہیں نہیں ملا پاؤں گی، مجھے دو حصوں میں مت تقسیم کریں۔" وہ ایک دم ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی، اس کی ڈبڈبائی آنکھوں میں ہزاروں التجائیں تھیں۔

"ایسے اچھے رشتے بار بار نہیں ملتے۔" وہ دو بیٹیوں کے درمیان عجیب کشمکش کا شکار تھیں۔

"ایسا ہر رشتہ اس کے لیے قربان جس نے میری بہتری کے لیے خود کو خساروں کے سپرد کر دیا۔" اس کا فیصلہ دوٹوک تھا اور اب مزید بحث کی گنجائش نہیں بچی تھی۔

وہ نا جانے کن سوچوں میں گم تھی کہ کندھا زور سے ہلائے جانے پہ متوجہ ہوئی۔ اس نے چونک کر سامنے کھڑے وجود کو دیکھا تو چہرے کے تاثرات معتدل ہوئے۔

"کیا مسئلہ ہے، انسانوں کی طرح نہیں بلا سکتی تھی؟" اس نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے خود کو پرسکون کیا۔

"انسانوں کی طرح بلا بلا کر تھک گئی تھی تب ہی یوں جھنجوڑنا مناسب لگا۔" وہ سیر پہ سوا سیر تھی چپ کیسے رہ جاتی۔

"اب بولو کیا مسئلہ ہے؟" اس کے جواب سے بدمزہ ہوتے ہوئے اس نے اگلی بات پوچھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ بلاوجہ وہ اس کے سر پہ سوار ہونے سے رہی۔

"میرے جانے میں کچھ دن ہی باقی ہیں اور تم نے آج کا وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن اپنی ایک نہیں چلاؤ گی اور چپ کر کے میری ہر بات مانو گی۔" وہ اس کے بستر پہ لیٹ گئی۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، اب اس کا کوئی مداوا ہو گا؟" اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"جی..... اٹھیے اور خاموشی سے میرے ساتھ چلیے۔" وہ اپنی بات پہ اڑی ہوئی تھی۔

"یار تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ کیوں پیسے ضائع کرتی ہو، جب جاؤ گی تب کچھ دن جدہ میں رکنا اور وہاں سے کم پیسوں میں اچھی چیز لے لینا مگر تم بھی کہاں بات مانتی ہو۔" وہ جی بھر کے بدمزہ ہوئی۔

"مجھے تمہارے ساتھ ہی خریداری کرنی ہے چاہے مہنگی کیوں نا کرنی پڑے۔" اس نے ایک بات نہیں سنی۔

pklibrary.com
Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

اسے غصہ تو بہت آیا لیکن 'مرتا کیا نہ کرتا' کے تحت اٹھی اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے بنا کپڑے بدلے عبایا پہنا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔ اس پہ کہاں کسی چیز کا اثر ہوتا تھا۔ اس کی ناراضی کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے چند لمحوں بعد وہ ہسپتال کی بس میں سوار تھے اور اب سارا دن وہ اس کے ساتھ خوار ہونے والی تھی۔ اس کے ساتھ بہت ساری جگہوں پہ گھومنے کے بعد اب وہ ریڈ ٹیگ میں داخل ہوئی۔ وہ اتنا تھک چکی تھی کہ گھومنے کے بجائے ایک جگہ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے اردگرد ایک دنیا اپنی خوشیوں میں مگن تھی اور وہ سب کو دیکھ کر وقت گزاری کر رہی تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے نادیہ آتی، چیزیں دکھاتی، رائے لیتی اور چلی جاتی تھی۔ اس بھیڑ میں نہ جانے کیوں وہ خود کو اکیلا محسوس کرنے لگی تھی۔ خالہ اور عمارہ کی یاد شدت سے آنے لگی تھی۔ اسے نازیہ کی بات سچ محسوس ہوئی کہ وہ ڈپریشن کا شکار ہو رہی ہے، وہ برملا اسے کہتی تھی شادی کر لو ورنہ بہت جلد پاگل خانے میں ہو گی۔

"تمہیں ساتھ لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔" نازیہ اس کے رد عمل سے شدید دل برداشتہ ہوئی۔ اس کی خاموشی اسے مزید دکھ دے رہی تھی۔

"سارہ پاکستان چلی جاؤ۔" اس نے چلتے ہوئے ایک دم اسے روک کر کہا۔

"عمارہ کی شادی کے بعد چلی جاؤں گی۔"

"اگر یہ رشتہ قبول نہیں کر پا رہی ہو تو روک کیوں نہیں دیتی؟ کئی زندگیاں داؤ پہ لگ رہی ہیں۔" نازیہ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اسے کیسے سمجھائے۔

"وہ دونوں بہت خوش رہیں گے، عمارہ کو اس سے اچھا رشتہ نہیں مل سکتا۔"

"مجھے تمہاری اس ضد کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی نجانے کس جذبے کے تحت تم یہ سب کر رہی ہو۔" وہ سر جھٹک کر مارکیٹ سے نکل آئی۔

"میں سارے رشتے، سب تعلق توڑ آئی تھی، اب ایسا برا وقت بھی نہیں آیا کہ پرانے راستوں پہ دوبارہ سفر کرنا پڑے۔" اس نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی اور وہ خود بھی جانتی تھی اس کی مسکراہٹ بہت پھیکی تھی۔ وہ ہسپتال واپسی کے لیے بس میں سوار ہو گئیں۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

گزرتے سال نے اس کی شخصیت میں کافی بدلاؤ پیدا کیا تھا۔ لاابالی پن کی بجائے سنجیدگی چھلکنے لگی تھی۔ بول چال، اٹھنا بیٹھنا ملبوس ہر انداز سے متانت نظر آتی تھی۔ امی کی بیماری کے باعث گھر کے کئی کام کرنے میں خود ماہر ہو گیا تھا۔ اب تو نوکرانی بھی موجود تھی اور امی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وقت کے اثرات اس کے وجود تک محدود نہیں رہے تھے بلکہ کمرے کا ماحول بھی بدل چکا تھا۔ کمپیوٹر کی جگہ لیپ ٹاپ آ گیا، فرنیچر کے ساتھ ہم رنگ آرائشی سامان اور سب سے بڑھ کر اب گانے نہیں بجتے تھے۔ بڑے بڑے ڈیک سفید چادر تلے چھپا دیئے گئے تھے۔

"امی...... آپ نہار منہ والی دوائی کھا لیں تب تک میں آپ کا ناشتہ لاتا ہوں۔" اس نے پانی کا جگ اور گلاس پاس رکھتے ہوئے کہا۔

"بس تمہارے اضافی کاموں کا وقت ختم ہونے والا ہے، تھوڑے دن ہی رہ گئے ہیں۔" انہوں نے بلائیں لیتی نگاہوں سے اکلوتی اولاد کو دیکھا جس کے وجود سے سارے سکھ وابستہ تھے۔

"آپ اتنی خوش نہ ہوں۔"

"کیوں بھلا...... میں خوش کیوں نہ ہوں؟"

"امید ٹوٹ گئی تو زیادہ دکھ ہو گا۔"

"میری امید نہیں ٹوٹتی تم حوصلہ رکھو۔"

"چچی نہیں مانیں گی۔" وہ ان کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا لیکن انکار کے بعد ان کی حالت بگڑ نہ جائے اس لیے پہلے آگاہ کر رہا تھا۔

"میں اس سے منوا لوں گی۔" وہ پر یقین تھیں۔

"آپ شاید سارہ کو نہیں جانتیں؟" اب کی بار وہ انہیں چڑا رہا تھا۔

"اس چڑیل کا بھی میں بندوبست کر لوں گی، اب وہ تمہاری خوشیوں کے راستے میں آئی تو اس کی ٹانگیں توڑ دوں گی۔" وہ ایک دم غصے میں آ گئیں۔

"وہ تو جیسے ٹانگیں آپ کے سامنے رکھے گی...... لیں منھی باجی توڑ لیں۔" وہ ان کے ارادوں پہ جی کھول کے ہنسا۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آتی میری آنکھوں پہ کون سی پٹی بندھی تھی جو میں سامنے کی چیز نہ دیکھ پائی۔ اس منہ پھٹ منہ زور اور باہر لوور لوور پھرنے والی لڑکی کے لیے منتیں ترلے کرتی رہی اور

عمارہ کا مجھے خیال کیوں نہیں آیا؟"

"امی......"

"تمہیں کیا ہوا؟" وہ ایک دم اس انداز سے کھڑا ہوا کہ وہ اپنی بات بھول کر اسے دیکھنے لگیں۔

"آپ سارہ کے متعلق کس طریقے سے بات کر رہی ہیں؟" وہ اب بھی بے یقین نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"جو حقیقت ہے وہی بول رہی ہوں۔ ڈائن میرے بیٹے کی خوشیاں کھا گئی، پوری باپ پہ گئی ہے۔" انہوں نے خس کم جہاں پاک کے انداز میں ہاتھ جھاڑے۔

"آپ اسی گھر میں اب اپنے بیٹے کی خوشی تلاش کر رہی ہیں۔"

"ہاں یہ ہی تو کہہ رہی ہوں، عمارہ اس کے جیسی نہیں ہے۔" وہ دکھی نگاہوں سے سامنے بیٹھی ماں کو دیکھتا رہا۔ وہ پرانے خیالات کی عورت تھیں جو لڑکیوں کو گھر کی چار دیواری میں محدود وجود رکھنا چاہتی تھیں۔ وہ اپنے خیالات میں اس قدر پختہ تھیں سارہ کی محنت انہیں نظر نہیں آئی۔ اتنے سال گزر گئے اسے اس جدائی کے اسباب ڈھونڈتے ہوئے لیکن آج وہ قدرے مطمئن تھا۔ وہ سارہ کو کھو سکتا تھا لیکن اس کے لیے ایسے الفاظ نہیں سن سکتا تھا اور نہ امی کے خیالات بدل سکتا تھا۔ مطلب جو ہو رہا تھا اچھا ہو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے ان کے لیے ناشتہ بنانے اٹھ گیا۔

❀......❀......❀......❀

آج جمعہ تھا اور اس دن کا خوف کئی دنوں سے اس کے سر پہ سوار تھا۔ کسی بھی لمحے گھنٹی بج سکتی تھی اور اس کے بعد اسے ہر حال میں اپنے چہرے کے تاثرات ٹھیک کرنے تھے اور اگر وہ نہ کر پائی تو...... وقت گزرتے گزرتے شام کی حدود میں داخل ہوا لیکن گھنٹی نہیں بجی، گہری ہوتی شام دیکھ کر وسوسوں کے ناگ اس کے وجود میں سر اٹھانے لگے۔ اس نے بے چینی سے فون اٹھایا اور تب تک کال کرتی رہی جب تک کال کانٹی نہیں گئی۔ اس کے فوراً بعد لیپ ٹاپ آن کیا اور اسکائپ پہ جب تک عمارہ کا چہرہ نہیں دیکھ لیا اسے سکون نہیں آیا۔

"سب خیریت ہے ناں؟" اس نے بے چینی سے پہلا سوال یہ ہی کیا۔

"بالکل آپی سب خیریت ہے، آج ایک ضروری میٹنگ تھی اسی وجہ سے دیر ہو گئی، ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر آئی ہوں۔" اس کے تفصیلی جواب نے اسے قدرے مطمئن کیا۔

"خالہ کہاں ہیں؟"

"پاس ہی ہیں، آپ امی سے بات کریں میں تب تک کھانا کھا لوں، بھوک سے بری حالت ہے۔" عمارہ کا ہنستا مسکراتا چہرہ اسے مطمئن کرنے کے ساتھ ساتھ اداس بھی کر رہا تھا۔ بے نام سی اداسی تھی لیکن کیوں تھی؟

"آپ کو جتنے پیسے چاہیے ہوں بلا جھجک بتا دیجیے گا، ہم بڑی دھوم دھام سے اس کی شادی کریں گے۔" گھوم گھام کر موضوع وہیں آن پہنچا۔

"عمارہ نے عباد کے لیے انکار کر دیا ہے بس ایک دو دن تک ننھی باجی کو انکار پہنچا آؤں گی۔" ان کی بات نے اسے حیران کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

"لیکن کیوں......؟"

"تم دونوں بہنوں کی اپنی منطق ہے میری کہاں سنتی ہو۔" وہ شاید آزردہ تھیں۔

"آپ اس کی ایک نہیں سنیں گی اور فوراً سے بس ننھی باجی کو ہاں کر دیں بلکہ جلد از جلد شادی کی تاریخ رکھ دیں۔" اسے عمارہ کی کم عقلی پہ غصہ آیا۔

"وہ تمہاری وجہ سے اس رشتے پہ راضی نہیں ہے۔"

"میری وجہ سے کیوں؟" اس کے بے ساختہ سوال پہ ان کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ نظریں چرا گئی۔

"اس کی بات بھی ٹھیک ہے سارہ، تم سے پہلے اس کی شادی کیسے کر دوں؟ اس پہ تو میرا دل بھی نہیں مانتا۔"

"چند دن پہلے نازیہ مجھے ایک رشتہ بتا رہی تھی، میں نے ان لوگوں کو گھر کا پتا دے دیا تھا شاید چند دن تک وہ لوگ آئیں۔" اس نے عجلت میں انہیں وہ بات بتائی جس کا وجود ہی نہیں تھا۔

چند دن پہلے نازیہ نے اپنے منگیتر کے دوست کا رشتہ بتایا تھا بلکہ شدید اصرار بھی کیا تھا لیکن اس کی جانب سے صاف انکار تھا۔ کسی نئے رشتے کے لیے اس کا دل آمادہ نہیں تھا ویسے بھی اس کی ترجیح عمارہ تھی۔

"جب شادی کرنی ہی ہے تو عباد بھائی میں کیا مسئلہ ہے؟" عمارہ نہ جانے کب کمرے میں آئی اور آتے ہی برس پڑی۔

"وہ باب میں آنے سے پہلے بند کر آئی تھی اور ویسے بھی

"منحی باجی میرے لیے کبھی ہاں نہیں کریں گی۔" وہ بات کے اختتام پہ مسکرائی شاید بھرم رکھنا مقصود تھا۔

"آپ کوشش تو کریں، سب کچھ ٹھیک ہوسکتا ہے۔" اس کا انداز ملتجی ہوا۔

"عمارہ میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے اور بہتر ہوگا تم بھی اب کوئی ضد نہ کرو۔" اس نے سخت لہجے میں جواب دیا اور ساتھ ہی الوداعی کلمات کہتے ہوئے اسکائپ بند کردیا۔

"تم تو اس رشتے کے لیے مانی نہیں تھیں پھر اب یہ کہانی گھڑنے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئی تھی کہ نازیہ کمر پہ ہاتھ ٹکائے اس کے سر پہ سوالیہ انداز لیے کھڑی تھی۔

"تم انہیں میرے گھر کا پتا دے دینا۔" وہ اس وقت کسی لمبی چوڑی بحث کے موڈ نہیں تھی۔

"لیکن یہ ایک دم کیا ہوا؟"

"کبھی نا کبھی تو شادی کرنی ہے پھر ابھی سہی اور اس طرح خالہ کی فکر ختم ہوجائے گی۔" وہ بالکل پرسکون تھی تو نازیہ بھی کندھے اچکاتے وہاں سے ہٹ گئی۔

کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔ پنکھے کی آواز خاموشی میں ارتعاش پیدا کررہی تھی۔ میز پہ رکھے لوازمات تقریباً ویسے کے ویسے پڑے تھے، البتہ چائے کے خالی کپ یہ بتا رہے تھے کہ مہمان خاطر مدارت سے لطف اندوز ہوچکے ہیں۔ مہمانوں کی آمد کی وجہ سے انہوں نے عباد کو بھی بلالیا تھا لیکن اب سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس سے کیا پوچھیں، جب وہ خود ہی مطمئن نہیں ہیں۔

"تمہیں کیسے لگے لوگ؟" کوئی بات تو کرنی تھی سو انہوں نے پوچھ لیا۔

"لڑکا تو دیکھنے میں اچھا لگ رہا ہے اور زیادہ بڑا خاندان بھی نہیں ہے بس بیک گراؤنڈ......" وہ بھی تقریباً اس کے جواب سے متفق تھیں۔

"اچھا چچی، میں چلتا ہوں، مجھے امی کو بھی دیکھنا ہے۔" اس نے پیار لینے کے لیے سر جھکایا اور متانت بھرے انداز سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"امی...... میں آپی کو یہ غلطی کبھی نہیں کرنے دوں گی۔" وہ تن فن کرتی ان کے پاس آئی۔

"وہ فیصلہ کرچکی ہے تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔" وہ خود رنجیدہ تھیں۔

"کیوں...... کیوں کچھ نہیں کرسکتے، آپ کا سارا زور مجھ پہ ہی چلتا ہے۔" وہ ان کی کوئی بات نہیں سننا چاہ رہی تھی۔

"بلکہ آپ یہاں سکون سے بیٹھیں میں خود ہی کچھ کرلوں گی۔"

"کہاں جارہی ہو؟" وہ اس کو باہر کی جانب جاتا دیکھ کر ہاتھوں میں سر گرا گئیں۔

وہ سیاہ دروازہ کھول کر، بنا منحی باجی کو سلام کیے سیدھا اوپر کی جانب بڑھی۔ دستک دے کر جواب کا انتظار کرنے کے بجائے فوراً کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کوئی کتاب پکڑے بستر پہ دراز تھا۔ اجنبی دستک پہ چونکا اور ابھی اٹھ بھی نہ پایا کہ وہ اس کے سر پہ تھی۔

"کیا ہوا...... سب خیریت ہے ناں؟" اس کی تیز رفتاری اسے پریشان کرگئی۔ وہ بھلا کب ایسے آندھی طوفان کی طرح آتی تھی، یہ کام تو سارہ کے تھے۔

"آپ ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟" اس کا انداز کڑوا تھا۔ وہ شاید رشتے کے متعلق بات کرنے آئی تھی لیکن اتنے دن بعد۔

"امی کی مرضی تھی اور......"

"اور کیا...... آپ آپی کے ساتھ ایسے کس طرح کرسکتے ہیں؟" اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں منہ پھولانے کے سبب مزید چھوٹی لگ رہی تھیں۔

"تمہاری آپی اپنے ساتھ سب کچھ خود کررہی ہے۔" اس نے کتاب ایک طرف رکھی اور خود سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔

"تو آپ انہیں روک بھی تو سکتے ہیں، کیسی دوستی ہے آپ کی کہ خود انہیں کنویں میں دھکا دے رہے ہیں؟" اس کی ساری لڑائی سارہ کے لیے تھی اور وہ نہ جانے کیا سمجھا تھا۔

"جو کنویں میں گرنا چاہ رہا ہو اسے میں کیسے بچاؤں؟" وہ اس موضوع پہ زیادہ بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی عباد بھائی...... آپ سب سے زیادہ آپی کو جانتے تھے بلکہ محبت بھی تو کرتے تھے۔ وہ روٹھ کر گئی تھیں تو آپ نے کب انہیں آواز دی؟ کب انہیں منانے کی کوشش کی تو سارے الزام آپ ان سے منسوب نہ کیجیے کچھ کردار تو آپ کا بھی ہے۔" چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

pklibrary.com
Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

"ہم سب کے لیے یہ ہی بہتر تھا عمارہ یہ تم سمجھ لو۔ اب یوں رونے سے کچھ حاصل نہیں۔" وہ چھوٹی آنکھوں والی لڑکی اب چھوٹی نہیں رہی تھی، ساڑھے پانچ فٹ سے نکلتا قد، بالوں کی آوارہ لٹیں اس کی جوانی کی نوید دے رہی تھیں لیکن ان کے رشتے کی بات چلنے کے باوجود وہ کس بے نیازی سے اسے بھائی کہہ رہی تھی۔

"میں ایسے شخص کے ساتھ کیسے زندگی گزار سکتی ہوں جس کی آنکھوں میں ایک عرصہ اپنی بہن کا عکس دیکھا ہو۔" آخرکار وہ اپنی بات پہ آ گئی۔

"وہ پرانی بات تھی لیکن تمہیں یقین دلاتا ہوں ان آنکھوں میں تم اپنا عکس بھی دیکھو گی۔" وہ رخ موڑ کر غالباً اس کو بہلانے کو بولا تھا اور وہ چپ کی۔

"عباد بھائی......"

"جاؤ عمارہ...... جو ہو رہا ہے اسے ہونے دو، یہ ہم سب کے لیے بہتر ہے تم بہت جلد جان جاؤ گی۔" وہ اپنا آپ اس پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"آوارہ لڑکی......" اسی کے الفاظ کانوں میں گونجے تو اس نے آنکھیں موند لیں۔

"میں دعا گو ہوں تمہیں جو بھی ملے وہ تمہاری محنت اور کوشش کا قدر دان ہو، محبت و عزت کے ہزاروں پھول تمہارے ہاتھوں میں کھلتے اور مسکراتے رہیں۔" وہ افسردہ ہو گیا تھا۔ کتنے ہی لمحات جو سارہ کے ساتھ بتائے تھے آنکھوں میں آ ٹھہرے تھے۔

❁......❁......❁......❁

انصاری محلے کی وہ تنگ سی گلی رنگ برنگے قمقموں سے روشن تھی۔ گلی کے آغاز سے اختتام تک رنگوں سے مختلف نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ گلی کی آرائش سے نگاہ ہٹتی تو ننھی باجی کا گھر ہر دیکھنے والی آنکھ کو خیرہ کر رہا تھا۔ ڈھول والوں کی تھاپ نے الگ ہی سماں باندھ دیا تھا۔

"تم دونوں تیار ہو ناں؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔" ان کے اثبات میں سر ہلانے پہ وہ مطمئن سی باہر کے انتظامات دیکھنے چلی گئیں۔

آج وہ حد درجہ مطمئن تھیں۔ ایک لمبے اور مشکل سفر کے بعد آخرکار وہ اپنے فرض کو پورا کر رہی تھیں۔ ان کی دونوں بیٹیوں کا نکاح تھا، نکاح سادگی سے مہندی سے ایک دن پہلے رکھا گیا تھا اور اس کے بعد شادی کی ساری رسومات بھرپور طریقے سے ادا کی جانی تھیں۔

"لو بھائی آ گئے تمہارے سسرال والے۔" نازیہ اسی لمحے کمرے میں داخل ہوئی اور سارہ کو چھیڑنے کے انداز میں لڑکے والوں کی آمد کا بتایا۔

"ویسے عمارہ، تمہاری بہن نے تو پرانے زمانے کی یاد تازہ کر دی۔ لڑکے کو دیکھے بنا ہی نکاح کرنے جا رہی ہے۔" نازیہ نے عمارہ کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی جو منہ پھلائے ایک کونے میں بیٹھی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ناں میں خامیاں بہت نکالتی ہوں اگر لڑکا دیکھ لیا ہوتا تو اس وقت بس عمارہ کا نکاح ہو رہا ہوتا۔" اس کے جواب پہ عمارہ بھی مسکرا دی۔

"اچھا...... اب تو نکاح ہونے والا ہے اب تصویر دیکھ لو۔" نازیہ نے اپنے موبائل پہ ایک تصویر نکالتے ہوئے موبائل اس کی جانب کیا۔

"سارہ......" اسی لمحے عالیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو سب کا دھیان ان کی جانب ہوا۔

"پہلے تمہارا نکاح ہوگا بس چند لمحوں میں مولوی صاحب آتے ہوں گے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ عجلت میں واپس باہر چلی گئیں۔

نازیہ نے دوبارہ موبائل اس کے سامنے کیا۔ چند لمحے تصویر دیکھنے کے بعد بھی اس کے تاثرات ساکت رہے تو اس نے مایوس ہو کر ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"تم نہ جانے کس پتھر سے بنی ہو، مجال ہے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا ہو۔" نازیہ نے اسے اس کے حال پہ چھوڑا اور عمارہ کا دوپٹا ٹھیک کرنے اس کی جانب بڑھی۔ اسی لمحے دروازہ ہلکی سی دستک سے کھلا تھا۔ عباد کی معیت میں مولوی صاحب اور عالیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے ساتھ سارہ کی ہونے والی ساس بھی تھیں جن کے جھریوں زدہ چہرے پہ خوشی کا ایک جہاں آباد تھا۔

عباد کی نگاہیں ان دونوں سے ٹکرائی تھیں اور نہ جانے کیوں وہ کسی ایک کو بھی نگاہ بھر کے نہ دیکھ سکا۔ ایک کو دل سے نکالنے کی خواہش تھی اور دوسری کو دل میں بسانے کی کوشش۔ اسے بہت حد تک اپنے جذبات پہ اختیار تھا لیکن پھر بھی سارہ کے لیے نگاہوں میں شکایت موجزن تھی۔ مولوی صاحب نے

کاغذائی کارروائی مکمل کرنے کے بعد ایجاب وقبول کے لیے سارہ کی جانب دیکھا لیکن وہاں مکمل خاموشی تھی۔

"آپ کو نکاح قبول ہے؟"

"خاموشی......" عالیہ بیگم نے ناسمجھ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"آپ کو نکاح قبول ہے؟"

"خاموشی......" عمارہ نے ناسمجھی سے اپنے پہلو میں بیٹھی بہن کی طرف دیکھا، دوسری نظر سامنے کھڑے شخص پہ ڈالی جس کے ساتھ وہ خود کو ایک نئے رشتے میں بندھنے کے لیے تیار کررہی تھی لیکن اس کی گہری نگاہیں سارہ پہ ٹھہری ہوئی تھیں۔

"تو کیا سب کچھ ختم؟"

"بس یہ سفر یہاں تک تھا؟"

"میں نے اسے کھودیا؟"

"آپ کو نکاح قبول ہے؟"

"نہیں......" اس بار وہ خاموش نہیں رہی۔

ایک لفظی انکار کمرے میں موجود سب نفوس کو سانپ سونگھا گیا تھا۔ عمارہ کے ہاتھ ڈھلک کر پہلو میں جاگرے، آنسوؤں کا گولہ گلے میں اٹک گیا تھا۔ عالیہ بیگم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تو سہارے کو عباد کا کندھا تھام لیا۔

"سب بلاوجہ کی سوچیں تھیں، وہ دونوں کیسے ایک دوسرے سے الگ ہوسکتے ہیں؟ میں تو آسانی سے کسی دوسرے کا ساتھ پسند کرلوں گی ناں۔" دل ہی دل میں سوال جواب کرتے نہ جانے کیوں آنکھوں میں نمی آگئی یقیناً خوشی کے باعث۔

"سارہ کیا کررہی ہو، پاگل ہوگئی ہو؟" نازیہ اس کے کان میں بولی تھی۔ سب ناسمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"سارہ......" عالیہ بیگم کچھ بول نہیں پائی۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟" مولوی صاحب سوالیہ نگاہوں سے عباد کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"وہ انکار کرچکی ہے تو نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" عباد کا لہجہ وانداز اٹل تھا، اس کے لہجے میں ہلکی سی لچک بھی نہیں تھی۔ سارہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اس سے پہلے اس نے کب اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی...... کبھی نہیں۔

"تو انہوں نے دل کی مان لی؟" اس کے جواب سے عمارہ کے گلے میں اٹکا گولہ آنکھوں کے راستے بہنے لگا تھا۔

"تسی سانوں ایتھے ذلیل کرن واسطے بلایا سی؟" کمرے میں ایک پاٹ دار آواز گونجی۔

"آپ برا نہ منایئے میں بات کرتی ہوں۔" عالیہ بیگم انہیں مطمئن کرنے آگے بڑھیں۔

"چچی رہنے دیجیے۔ سارہ نے انکار کیا ہے تو سوچ سمجھ کے ہی کیا ہوگا۔" عباد نے انہیں آگے بڑھنے سے روکا۔

عباد کے روکنے پہ انہوں نے عمارہ کی جانب دیکھا اور دل کٹ کے ہاتھ میں آگیا۔ انہوں نے کب دونوں میں فرق کیا تھا لیکن یہ امتحان جان چھوڑنے پہ نہیں آرہے تھے۔ ایک کی خوشی دوسری کو دکھی کیوں کررہی تھی؟

"ماں جی، میں وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی لیکن پھر بھی آپ کو بتارہی ہوں۔ آپ کا بیٹا ایک نمبر کا آوارہ اور لچا انسان ہے، وہ مجبور لڑکیاں جو گھروں سے کمانے نکلتی ہیں ان کا راستہ روکنا اور انہیں اپنی عیاشی کا سامان سمجھنا اس کا شیوہ ہے، چھ سال پہلے یہ حرکات میرے ساتھ نہ کرچکا ہوتا تو اس وقت یہ انکار نہ ہوتا لیکن معذرت میں آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگل سکتی۔" وہ اس مبارک لمحے کا شکر ادا کررہی تھی جس میں اس نے تصویر دیکھ لی تھی۔

یہ چند لمحے اس کے فیصلے کا باعث تھے، اس کے لیے فیصلہ آسان نہیں تھا لیکن اس نے آج تک آسان کام کیے کب تھے۔ جس انسان کی وہ عزت نہیں کرسکتی تھی اس سے وہ رشتہ کیسے جوڑ لے اور یہی سوچ کر اس نے انکار کردیا تھا۔

"ہائے میرا تابش......" وہ بوڑھی عورت اپنی اولاد کی حرکت کے بعد شرمندہ سی روتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

عالیہ بیگم سر تھامے وہیں بیٹھ گئیں، اس کے بعد کیا ہونے والا تھا اسی بات کا خوف ان کا دل بند کررہا تھا۔ چند لمحے بعد باہر سے ایک دم شور بلند ہوا۔

"یہ لوگ تو ہنگامہ کررہے ہیں؟" سارہ کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔

"تم پریشان نہ ہو، میری وکالت کس دن کام آئے گی۔" وہ مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کمرے میں خاموشی کا راج ہوگیا تھا۔ سب کے وجود میں الگ الگ آوازیں شور مچارہی تھیں۔

"اچھا چلیں اداس مت ہوں، جو ہونا تھا ہوگیا۔ مجھے تو

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

خوشی ہورہی ہے میں اموکی شادی کے بھرپور مزے لوں گی۔"
اس نے محبت سے عمارہ کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اپنا انگوری کامدار شرارہ پکڑے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب کون سی شادی؟" ایک ہلکی سی کسک عمارہ کے لہجے سے عیاں ہوئی۔

"کیا مطلب؟" سارہ نے مڑ کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"آپ ایک بار ان سے پوچھ لیجیے۔" وہ چاہتے ہوئے بھی عباد کا نام نہیں لے سکی۔ "آپ کو ان سے یہ ہی گلہ تھا ناں کہ وہ آپ کا ساتھ نہیں دیتے؟ اب دیکھیے کب اور کہاں آپ کے سب گلے شکوے دور کردیے۔" وہ سارہ کے لیے خوش تھی لیکن نہ جانے کیوں رونا بھی آرہا تھا۔

وہ نہ جانے کب خاموشی سے دروازے کے پاس آکھڑا ہوا شاید سارہ کا جواب سننے کے لیے...... اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو وہ شدت سے پرانے راستوں کا تمنائی نکلا جب کہ دماغ چھوٹی آنکھوں والی چھوٹی موٹی سی لڑکی کے ساتھ ایسا کرنے پہ ملامت کررہا تھا۔ اس نئے دلاوں کی پائیداری تو چند لمحوں میں خطرے میں پڑ گئی تھی۔

"عمارہ...... آج ایک بات اپنے ذہن میں بٹھالو میں نے عباد کو ہمیشہ ایک کزن اور دوست سمجھا ہے وہ کیا سمجھتا رہا اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے جب، جب اس کی مدد چاہیے تھی وہ تب، تب ننھی باجی کے پردوں میں چھپ گیا اور اب مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ سارہ ابراہیم اب خود مختار ہے البتہ تمہیں ایک سہارے کی ضرورت ہے اور عباد سے ہزاروں شکوے ہونے کے باوجود مجھے تمہارے لیے بہترین انسان وہ ہی لگتا ہے اور ویسے بھی تم ننھی باجی کی چہیتی ہو۔ میرا ساتھ اسے دو حصوں میں تقسیم کردے گا جب کہ تم اسے سمیٹ لوگی۔"

بات کے اختتام نے سارہ ابراہیم کی بہادری کے سب دعوے خاک کردیے کیونکہ وہ رو رہی تھی۔ وہ ناراضی کے باوجود اس کا برا نہیں سوچ سکی تب ہی تو اپنی بہن اس کے سپرد کررہی تھی۔

"تو ثابت ہوا سارہ...... تمہارے اور میرے درمیان عمارہ ہمیشہ رہے گی، سالوں پہلے بھی مجھ سے فاصلے عمارہ کی وجہ سے تھے اور آج بھی تم اس نادیدہ فرض کو بھول نہیں پائی لیکن آج میں تمہارے فیصلے کا احترام کرتا ہوں، یہ جاننے کے باوجود کہ تم دوریوں کو تشنہ خواہشوں کی کسک دے رہی ہو۔" وہ صرف سوچ سکا تھا۔

"میں ان کا معاملہ نبٹا آیا ہوں، اب میرا نکاح بھی ہوگا یا میں یوں ہی اندر باہر لڑھکتا رہوں گا؟" وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ کے رنگ بکھیرتا کمرے میں داخل ہوا۔

"ہاں ہاں...... بلاؤ مولوی صاحب کو، یہاں کچھ لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہورہے ہیں۔" اس نے کسی کی جانب دیکھا نہیں تھا لیکن عالیہ بیگم شرمندگی سے نگاہیں چرانے لگیں۔

"مولوی صاحب میرے پیچھے ہی ہیں۔" اس کے عجلت بھرے انداز پہ وہ بے ساختہ مسکرادی۔

اس پل ان کی نگاہیں ملی تھیں اور انہوں نے جان لیا تھا ان کے درمیان کس چیز کی کمی تھی۔ جو دوستی کہیں کھوگئی تھی اس لمحے ان کے درمیان ہنس رہی تھی۔

"شادی کی رسموں کے لیے جیبیں بھر کر لائیے گا وکیل صاحب میرے ارادے بہت خطرناک ہیں۔" سارہ نے عمارہ کو خود میں بھینچتے ہوئے اسے آگاہ کیا۔

وہ دونوں کیا کررہے تھے اور کیوں؟ وہ سب جان رہی تھی لیکن اس کے انکار کی سب راہیں مسدود کی جاچکی تھیں۔ وہ اپنے دل مار کر اس کا بھلا سوچ رہے تھے اس بات سے بے خبر کہ اس کا دل کچلا جارہا تھا لیکن اسے یہ اطمینان تھا کہ اس کی بہن کا کردار بے داغ رہا ہے، ساری غلط فہمیاں دور ہوچکی تھیں، ننھی خالہ بھی آخری لمحوں میں اس کی بات پہ قربان ہوگئی تھیں اور سارہ ان سے کہہ رہی تھی۔

"خالہ...... یہاں تجدید وفا کا امکان نہیں تھا آپ بلاوجہ پریشان ہورہی تھیں۔" وہ ان کے ساتھ لپٹ گئی اور روتے ہوئے ہنس دی تھیں۔

ہم کہ روٹھی ہوئی رت کو بھی منالیتے تھے
ہم نے دیکھا ہی نہ تھا موسم ہجراں جاناں
اب کے تجدید وفا کا نہیں امکاں جاناں
یاد کیا تجھ کو دلائیں ترا پیماں جاناں

www.naeyufaq.com

Scanned with CamScanner